احوال الصالحین

از افادات

حضور خطیب البراہین

پیش کردہ

شہزادۂ حضور خطیب البراہین حضرت العلام

حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن خان قادری برکاتی رضوی نظامی

دار القلم

نظامی مارکیٹ لہرولی بازار پوسٹ مہٹوا ضلع سنت کبیر نگر یوپی

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۰

احوال الصالحین

از

افادات حضور خطیب البراہین

پیش کردہ

شہزادۂ حضور خطیب البراہین حبیب العلماء
حضرت علامہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ مصباحی
قادری، برکاتی، رضوی، نظامی

ناشر

دارالقلم نظامی مارکیٹ لہرولی بازار پوسٹ ہٹوا ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) پن نمبر 272125

نام کتاب..................**احوال الصالحین**
مصنف..................حضور خطیب البراہین محدث بستوی صاحب قبلہ
باہتمام..................شہزادۂ خطیب البراہین حبیب العلماء حضرت علامہ مولانا
محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ (سربراہ اعلیٰ جامعہ برکاتیہ
حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار، ضلع سنت کبیر نگر)
پروف ریڈنگ..................مولانا محمد طاہر القادری مصباحی
کتابت..................امتیاز احمد نظامی
ناشر..................دارالقلم نظامی مارکیٹ لہرولی بازار پوسٹ ہٹوا
ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) 9450570152
کمپوزنگ..................برکاتی کمپیوٹر سینٹر، نظامی مارکیٹ لہرولی بازار
سن اشاعت..................۲۰۱۲ء - ۱۴۳۳ھ
صفحات..................112
قیمت..................

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ نظامیہ حبیبیہ لہرولی بازار، سنت کبیر نگر (یوپی) 9919949368
(۲) مکتبہ برکاتیہ نظامیہ اگیا پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)
(۳) مکتبہ امام احمد رضا سوچکنا کہ نیتولی کلیان ایسٹ (مہاراشٹر)
(۴) ڈاکٹر محمد شفیق نظامی نور کلینک شاپ نمبر ۱/۱۹۷ عائشہ کمپاونڈ نئے گاؤں بھیونڈی
Mob.No.09823999190

مشمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْم

دارالقلم تعارف سرگرمیاں

مسلم معاشرے کے اصلاح فکرواعتقاد کی خاطراورنوجوان قلم کاروں کی حوصلہ افزائی کے لیےعلماومشائخ کے مشورے پرشہزادہ خطیب البراہین حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ نے ۲۰۰۰ء میں دارالقلم قائم کیا۔اورایک مکتبہ بنام''مکتبہ نظامیہ حبیبیہ'' قائم فرمایا جس سے مختلف موضوعات پر درسی وغیر درسی کتابیں حاصل کر کے طالبان علوم اسلامیہ مستفیض ومستنیر ہورہے ہیں،جس سے دیگر علماء اہل سنت کی تصنیفات کے ساتھ ساتھ حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔**فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک** اس کے ذریعہ اب تک تقریباًدودرجن کتابیں شائع ہوکر مقبول انام ہوچکی ہیں۔

سہ ماہی پیام نظامی: جنوری ۲۰۰۵ء سے ایک مستقل رسالہ سہ ماہی پیام نظامی اپنی ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ ہوکرمسلسل نکل رہاہے جس کے معیاری مضامین کو پسند کرتے ہوئے ارباب علم ودانش اپنی مخلصانہ دعاؤں سے نوازتے رہتے ہیں۔امام علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفرحسین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت نورالحق چرہ محمد پور فیض آباد اپنے تاثرات میں فرماتے ہیں۔

''اتفاق سے آج سہ ماہی پیام نظامی جولائی تاستمبر ۲۰۰۹ء کے شمارے کو پڑھنے کا موقع ملااوراس کے ٹائیٹل پیج سے لے کر لاسٹ پیج تک میں نے اسے پڑھاہی نہیں بلکہ چاٹ لیاہےاور چاٹاہی نہیں بلکہ اس کے حرف حرف کا ہم مطالعہ کیااورمحسوس کیاکہ شروع سے آخرتک کسی بھی مقام پرکوئی ایساجملہ نہیں ملاجس کو میرادل نہ پاس کرے،ہندوستان کا کوئی ایسارسالہ نہیں ہے جومیرے پاس نہ آتاہو،آج کل لوگ مضمون سے زیادہ مضمون نگار خودکوپیش کرتے ہیں،مضمون کیاہےاسے چھوڑیئے دیکھیے کہ ہم کیسے ہیں،اس کے برخلاف ہندوستان کے

دوسرے رسالوں میں یہ خوبی نہیں ہے،یہ خوبی یقیناًمضمون نگارہی کی نہیں ہے بلکہ جس کی ادارت میں یہ رسالہ نکل رہاہےیعنی عالی جناب مولاناضیاءالمصطفیٰ نظامی صاحب ان کےقلم کی اصلاح کابھی اثر رہاہوگا۔اللہ تعالیٰ آپ کےقلم میں اورآپ کی خدمات میں برکتیں عطافرمائے۔

تحریری انعامی مقابلہ: **دارالقلم** کے زیراہتمام ہرسال''**تحریری انعامی مقابلہ برائے طلبہ مدارس**'' منعقدکیاجاتاہے۔جس کےاغراض ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)طلبہ مدارس میں تحریری بیداری پیداکرنا(۲)انعامات دےکران کی حوصلہ افزائی کرناتاکہ تحریرکی طرف وہ راغب ہوسکیں (۳) مدارس کے اندرکہنہ مشق قلم کار،ادیب اورصحافی بننے کی ترغیب دینا(۴) طلبہ میں تحریرکی اہمیت وافادیت کواجاگرکرنا(۵) مستقبل میں ان کے ذریعہ عصری اسلوب میں جدید موضوعات پر مذہبی لٹریچرفراہم کرنے کی تلقین کرنا۔الحمدللہ ہرسال مدارس عربیہ کےطلبہ کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں اور پروگرام کےاختتام پرمقابلہ میں شریک سبھی طلبہ کوگراں قدرانعامات سےنوازاجاتاہے۔

حضورخطیب البراہین کی وہ تصانیف جوشائع ہوچکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱)داڑھی کی اہمیت (۲) کھانے پینے کااسلامی طریقہ(۳)برکات مسواک(۴)اختیارات امام النبیین (۵) فلسفہ قربانی (۶) برکات روزہ (۷)حقوق والدین (۸) فضائل مدینہ (۹) فضائل تلاوت قرآن مبین(۱۰)فضائل درود(۱۱)خطبات خطیب البراہین

حضورخطیب البراہین کی شخصیت پرشائع ہونے والی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)دوعظیم شخصیتیں (۲) خطیب البراہین ایک منفردالمثال شخصیت (۳) آئینہ محدث بستوی (۴) خطیب البراہین اپنے خطبات کے آئینے میں (۵) خطیب البراہین آئینہ اشعار میں (۶) محدث بستوی سنت رسول کے آئینے میں (۷) خطیب البراہین کی محدثانہ بصیرت (۸) محدث بستوی نمبر (نوری نکات بستی) (۹) خطیب البراہین نمبر (روزنامہ راشٹریہ سہارا گورکھپور)

تصانیف حبیب العلما: (۱)فاتح امرڈوبھا (۲) تذکرۂ خلیل وذبیح (۳) اوصاف المحبین (۴) قبرنبی سے نورانی ہاتھ کا ظہور (۵)پیغام بیداری (۶) تذکرۂ امام النبین ضیائے حبیب سال نامہ میگزین۔مزیددرجنوں کتابیں بہت جلد منظرعام پرآنے والی ہیں۔

شرف انتساب

صالحین وامام الصالحین صلوۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین کے نام جن کے لئے رب ذوالجلال والاکرام نے ارشادفرمایا ''لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِاُوْلِی الْاَلْبَابِ '' (پ۳۰ سورۂ یوسف ع۱۲) بیشک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں.......... اور آپ کی پاک اولادوازواج طاہرات ...... اورخلفائے راشدین وصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام جن کے لئے ارشادہوا '' رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ'' (پ۳۰ سورۃ البینہ ع۸) اللہ ان سے راضی اوروہ اس سے راضی .... اورجن کے لئے سرکارابدقرارصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاہے '' اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ'' (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۴) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤگے ''اورتمام اولیاء امت وعلمائے ملت کے نام جوعشق محبوب رب العالمین میں سرشاررہے اورتازندگی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنایت فرمودہ دستورحیات پہ خود چلتے ہوئے اسے عام سے عام ترکرنے میں لگے رہے۔جن کے لئے خدائے برترنے ارشادفرمایا '' اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ '' (پ۱۱ سورۂ یونس ع۷) سن لوبیشک اللہ کے ولیوں پرنہ کچھ خوف ہے اورنہ کچھ غم .... اورتمام صالحین امت کے نام جنھوں نے محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیل ونہارکومشعل راہ بنایا۔

خدارحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

دعاہے رب کریم ہمیں ''احوال الصالحین'' کوپورے طورسے اپنانے کی توفیق خیرعطافرمائے اورہمیں ان کے عقیدت مندوں میں شامل فرمائے اوردعاہے

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
رحم فرما آل رحمٰن مصطفیٰ کے واسطے

کاشانۂ صالحین کا جاروب کش

محمد حبیب الرحمٰن رضوی

۲۲ جمادی الآخریٰ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۶ مئی ۲۰۱۱ء

تقدیم

ادیب شہیر حضرت علامہ محمد محسن نظامی صاحب قبلہ

شیخ الادب دارالعلوم تنویرالاسلام امرڈوبھا چیف ایڈیٹر پیام نظامی، لہرولی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْم

شیخ طریقت صاحب الفضیلۃ حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ مدظلہٗ العالی (بانی وسرپرست اعلیٰ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازارضلع سنت کبیرنگریوپی) کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں،آپ کی تدریسی خدمات اورآپ کی دعوتی واصلاحی مساعی جمیلہ نیزسلسلۂ عالیہ قادریہ کافروغ اوراس کی ترویج واشاعت ایک عرصۂ درازکو محیط ہے،آپ کے افادات عالیہ کاایک مجموعہ ''احوال الصالحین ازافادات حضورخطیب البراہین'' ہدیہ ناظرین ہے جسے شہزادۂ حضورخطیب البراہین حبیب العلماء حضرت علامہ الحاج الشیخ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رضوی سربراہ اعلیٰ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازارضلع سنت کبیرنگر(یوپی) نے تالیف فرماکرعمدہ ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، یہ رسالہ دینی معلومات کا بیش بہاخزانہ ہے،ضرورت ہے کہ اس تالیف کوپڑھ کر اپنی دینی معلومات میں اضافہ کیاجائے۔

دعاہے کہ اللہ رب العزت اس کوشرف قبولیت عطافرمائے اوراحباب اہل سنت کواس سے مستفیض ہونے کی سعادت عطافرمائے۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

اسیرخطیب البراہین **محمد محسن نظامی** ۲۸رفروری ۲۰۱۱ء مطابق ۲۴ربیع النور ۱۴۳۲ھ بروزدوشنبہ

عرض حال ابن خطیب البراہین

الحمدللہ رب العالمین زیرِنظر کتاب ''احوال الصالحین'' والد بزرگوار صاحب قبلہ کا وہ ایمان افروز بیان ہے جو امام الصالحین حضور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین وحضرات خلفائے راشدین وازواج طاہرات و پاک اولاد اور ائمۂ مجتہدین و اولیائے کاملین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق بیان فرمایا تھا اسے حیطۂ تحریر میں اس لیے لایا جارہا ہے کہ منشاء قدرت ہی یہی ہے کہ ''احوال الصالحین'' (نیکوں کے حال) کو اپنایا جائے اور احوال الطالحین'' (بدوں کے حال) کو چھوڑا جائے کیوں کہ ؎

ملنے کی یہی راہ نہ ملنے کی یہی راہ
دنیا جسے کہتے ہیں عجب راہ گزر ہے

دنیا کی اس فانی زندگی میں اگر بندۂ مومن نے احوال الصالحین کو محور حیات بنالیا یعنی اپنے قلب وقالب، نشست و برخاست، گفتار و رفتار، ملبوسات غرضیکہ جملہ اطوار واحوال کو ''احوال الصالحین'' کے سانچے میں ڈھال لیا تو وہ صراط مستقیم پا گیا اور صراط مستقیم پر چلنے والے ہی انشاء اللہ تعالیٰ دنیا، قبر وحشر ہر جگہ رحمت الٰہی کے مشکبار سایہ کو پالے گا اور اس کے برخلاف جس نے ''احوال الطالحین'' (بدکاروں کے حال) کو اپنایا تو وہ دنیا، قبر وحشر ہر جگہ غضب الٰہی میں گرفتار ورسوا ہوگا، اسی لیے رب ذوالجلال نے واضح انداز میں اپنے پیدا کیے ہوئے بندوں کو بطریقۂ دعا تلقین فرمایا کہ میری بارگاہ میں عرض کرتے رہو ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' (پارہ ۱/سورۂ فاتحہ ع ۱)

ترجمہ:۔اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

صراط مستقیم کی واضح تفسیر

رب کریم نے خود ہی صراط مستقیم (سیدھے راستے) کی واضح تفسیر فرمادی ''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

اس ارشاد پاک سے معلوم ہوگیا کہ جن پر اللہ جل شانہٗ نے احسان فرمایا ہے انھیں کا راستہ در حقیقت صراط مستقیم ہے، اب یہ دیکھنا ہے کہ آخر اللہ رب العزت نے کن بندوں پر احسان وانعام کی بارش فرمائی ہے؟ تو رب کریم نے خود بیان فرمایا '' اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (پارہ ۵ سورۂ نساء ع ۹)

ترجمہ:۔جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اس ارشاد پاک سے واضح ہوگیا کہ انبیاء کا راستہ صراط مستقیم ہے، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ صراط مستقیم ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ انبیاء صراط مستقیم کی عملی تفسیر ہیں، صدیقین، شہداء اور صالحین صراط مستقیم کی عملی تفسیر ہیں اور مذکورہ بالا ارشاد سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اہل طاعت کے حالات سے مطابقت اور اہل معصیت کے حالات سے مخالفت وبیزاری یہی رب کریم کی منشاء ہے۔جیسا کہ رب کریم جل جلالہٗ نے خود اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ سے اعلان کرایا'' قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ''(پارہ ۱۳/سورۂ یوسف ع۱۲ آیت ۱۰۸)

ترجمہ مع تفسیر:۔تم فرماؤ (اے مصطفیٰ ﷺ) یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں (سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے اصحاب احسن طریق اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے اور رحمٰن کے لشکر ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ طریقہ اختیار کرنے والوں کو چاہیے کہ گزرے ہوؤں کا طریقہ اختیار

کریں وہ سید عالم ﷺ کے اصحاب ہیں جن کے دل امت میں سب سے زیادہ پاک علم میں
سب سے عمیق ، تکلّف میں سب سے کم یہ ایسے حضرات ہیں جنھیں اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے
پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اوران کے دین کی اشاعت کے لیے برگزیدہ فرمایا) اور
اللہ کو پاکی ہے (تمام عیوب ونقائص اور شرکاء اضداد وانداد سے) اور میں شریک کرنے والا نہیں،

اور ملاحظہ فرمائیں ’’عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَخَطَّ خَطًّا
وَخَطَّ خَطَّیْنِ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَ خَطَّ خَطَّیْنِ عَنْ یَسَارِہٖ ثُمَّ وَضَعَ یَدَہٗ فِی الْخَطِّ
الْاَوْسَطِ فَقَالَ ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا
فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ
تَتَّقُوْنَ ‘‘(پارہ ۸/ سورہ انعام ع ۱۹ ، سنن ابن ماجہ باب اتباع سنہ رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی بابرکت خدمت میں حاضر تھے ، حضور نے ایک لکیر کھینچی اور اس کے داہنے دولکیریں اور
بائیں دو لکیریں کھینچی ، پھر اپنے دست مبارک کو بیچ والی لکیر پر رکھا اور ارشاد فرمایا ’’ یہ اللہ کی راہ
ہے ‘‘ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ’’ اور بیشک یہ ہے میرا سیدھا راستہ
تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو (جو اسلام کے خلاف ہوں یہودیت ہو یا نصرانیت یا اور کوئی ملت)
کہ تمھیں اس کی راہ سے جدا کردیں گی یہ تمھیں حکم فرمایا کہ کہیں تمھیں پرہیزگاری ملے۔

مزید ارشاد ہوا ’’ وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ‘‘ (پارہ ۲۱ /سورۂ لقمان ع ۲)

ترجمہ مع تفسیر:۔ اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا (یعنی نبی کریم ﷺ کے اصحاب
کی راہ، اسی کو مذہب اہل سنت وجماعت کہتے ہیں)

معلوم ہوا کہ جو صالحین کے راہ پر گامزن ہے وہ ہدایت پر ہے اور جس نے ان پیاروں کے
نقوش قدم کو چھوڑ دیا وہ گمراہی کے دلدل میں پھنس گیا۔ حضرت شیخ سعدی علیہ رحمۃ الباری نے

اسی کی ترجمانی فرمائی ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی مخبر صادق (ﷺ) کے خلاف جس نے بھی راستہ اختیار کیا وہ کبھی بھی منزل مقصود تک
نہیں پہونچ سکتا۔

مذکورہ بالا ارشادات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ صراط مستقیم (سیدھی راہ) ایک ہی ہے اور اس
کے سوا جتنی راہیں ہیں وہ سب شیطان کی راہیں ہیں، لہٰذا قرآن واحادیث کو پورے وثوق وسچائی
سے اپنا لو ورنہ ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

یعنی اے دیہاتی! مجھے خوف ہے کہ تو کعبہ نہیں پہونچے گا کیوں کہ جو راہ تو جارہا ہے یہ راستہ
ترکستان کو جاتا ہے۔

اسی لیے رب ذوالجلال نے اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ سے اعلان کرایا ’’ قُلْ اِنَّ
ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ‘‘(پارہ ۷/سورۂ انعام ع ۹
آیت ۷۱)

ترجمہ مع تفسیر:۔ (اے حبیب) تم فرماؤ کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے (یعنی جو طریق اللہ
نے اپنے بندوں کے لیے واضح فرمایا اور جو دین اسلام ان کے لیے مقرر کیا ہے وہی ہدایت ونور
اور صراط مستقیم ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ دین باطل ہے) اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کے لیے
گردن رکھ دیں (اور اسی کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور خاص اسی کی عبادت کریں)

مزید برآں جو لوگ اسلام کے علاوہ کسی بھی دین اور مذہب کو چاہتے ہیں وہ بارگاہ الٰہی میں
ہرگز مقبول نہیں ہے جیسا کہ رب ذوالجلال نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے ’’ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ

الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ "(پارہ ۳/ع۱۷ آیت ۸۵)

ترجمہ:۔اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاکاروں سے ہے۔

قرب الٰہی کا راستہ

یہ بھی معلوم ہوا کہ ''احوال الصالحین'' تقرب الی اللہ ہونے کا عظیم ذریعہ اور فلاح دارین کے لیے ضامن ہیں، جس کے عملی نمونے صالحین و امام الصالحین حضور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین و خلفائے راشدین، صحابۂ کرام، آپ کے اولاد و امجاد، ازواج مطہرات، اولیائے کرام اور علمائے اسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بلند و بالا شخصیات ہیں جو خلوص دل و جذبۂ صادقہ کے ساتھ عشق وحدت و رسالت کی سنگلاخ وادیوں سے گزرے ہیں جنھیں رب کریم جل جلالہٗ نے انعام و اکرام اور رشد و ہدایت کی عظیم دولت سے فیضیاب فرمایا اور اپنے قرب و نزدیکی کے پُرکیف راستے کو دکھاتے ہوئے ارواح صالحین کو یوں مشکبار فرمایا " وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ "(پارہ ۲۱/سورۂ عنکبوت ع۷ آیت ۲۹)

ترجمہ:۔اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے (ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے)

کریم رب کے کریمانہ ارشاد پاک نے واضح کر دیا کہ ؎

ہو اگر شوق طلب ڈھونڈھنے والوں میں تو پھر
سیکڑوں منزلیں راہوں کی غباروں میں ملیں
جادۂ زیست میں بکھرے ہوئے کانٹے ہیں بہت
دیکھیے پھول بھی شاید انھیں خاروں میں ملیں

راستے کی توضیحات

(۱) اس آیت کریمہ سے متعلق سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معنیٰ یہ ہیں کہ جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انھیں ثواب کی راہ دیں گے۔

(۲) حضرت امام جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ جو توبہ میں کوشش کریں گے انھیں اخلاص کی راہ دیں گے۔

(۳) حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا جو طلب علم میں کوشش کریں گے انھیں ہم عمل کی راہ دیں گے۔

(۴) حضرت سعد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو اقامت سنت نبوی ﷺ میں کوشش کریں گے ہم انھیں جنت کی راہ دکھا دیں گے۔

پھر اللہ جل شانہٗ اور رسول کریم ﷺ کی پیروی کرنے والے صالحین ہی جنتی راستے پر ہیں جیسا کہ رب کریم نے بشارت دی ہے " وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا "(پارہ ۴/سورۂ نساء ع۱۳)

ترجمہ:۔اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا (تو) اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

اور ارشاد ہوا" وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"(پارہ ۵/سورۂ نساء ع۱۱)

ترجمہ:۔اور جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اور ارشاد ہوا" وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا"(پارہ ۲۲/ سورۂ احزاب ع۶)

ترجمہ:۔اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

محبوبانِ خدا کی اتباع

بارگاہ ایزدی میں صالحین کی اتباع محمود ومطلوب ہے جیسا کہ ارشاد ہوا"اٰمِنُوْا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ "(پارہ ۱ / سورۂ بقرہ ع ۲)

ترجمہ:۔ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے۔

یہ خطاب منافقین سے ہے اور " النَّاس " سے مراد صحابۂ کرام ومومنین ہیں کیوں کہ خدا شناسی ، فرمانبرداری اور عاقبت اندیشی کی بدولت وہی انسان کہلانے کے مستحق ہیں باقی تمام فرقے صالحین سے منحرف ہیں،لہٰذا وہ گمراہ ہیں ان سے دور رہنے کی تاکید ہے۔

اورارشاد ہوا"فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ "(پارہ ۱ / سورۂ بقرہ ع ۱۶)

ترجمہ مع تفسیر:۔پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پاگیے اور اگر منھ پھیریں تو وہ نرے جاہل ضدی ہیں (اوران میں طلب حق کا شائبہ بھی نہیں ہے)

جماعت ناجیہ کون؟

حدیث شریف میں ہے کہ " وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ "(رواہ الترمذی ومشکوٰۃ باب الاعتصام فصل ثانی صفحہ ۳۰)

اور میری امت تہتر مذہبوں میں بٹ جائے گی ان میں ایک مذہب والوں کے سوا باقی تمام مذاہب والے ناری اور جہنمی ہوں گے۔صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ ایک مذہب والے کون ہیں؟ (یعنی ان کی پہچان کیا ہے؟) حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں اسی مذہب وملت پر قائم رہیں گے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ حق مذہب اہلسنت وجماعت ہے کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے " مَا

اَنَا عَلَیْهِ اَصْحَابِیْ " (جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں) ارشاد فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں آقائے دوعالم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا " اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ "، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴)

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی اقتدا و پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔ پتہ چلا۔

صحابہ آسمان رشد کے روشن ستارے ہیں
رہ حق دکھانے کے یہی روشن منارے ہیں

اعلان جنگ

اگر کوئی شخص احوال الصالحین سے منھ پھیر لے اور ان محبوبان الٰہی سے محبت کرنے کے بجائے اپنے دل میں عداوت وکجی رکھے تو ایسے شخص کا خدائے پاک خود دشمن ہے اور اسے رب ذوالجلال نے اعلان جنگ بھی دیا ہے۔ارشاد ہوا"مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ "(پارہ ۱ / سورۂ بقرہ ع ۱۲)

ترجمہ:۔جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اعلان جنگ یوں دیا ہے،حدیث قدسی ہے "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ "(بخاری شریف جلدثانی پارہ ۲۶/ص ۳ ۶ ۹)

ترجمہ:۔رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی تو اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔

جنت کی کنجی

مذکورہ بالا ارشادات مبارکہ سے واضح ہوگیا کہ انبیاء وملائکہ کی عداوت کفر اور غضب الٰہی کا

سبب ہے اور محبوبان حق سے دشمنی خدا سے دشمنی کرنا ہے اور صالحین کی محبت باعث دخول جنت ہے۔ اسی لیے عارف باللہ حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

حب پاکاں کلید جنت است
دشمنئ ایشاں سزائے لعنت است

اسی کی ترجمانی ہمارے امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں فرمائی ہے

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

جس سے محبت اسی کے ساتھ

حضور رحمت عالم ﷺ نے اہل محبت کو یوں بشارت دی ہے " اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ " (**بخاری شریف جلد ثانی باب علامات الحب فی اللہ صفحہ ۹۱۱/مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۶**)

یعنی جو شخص جس قوم اور جس جماعت سے محبت رکھے گا اس کا شمار اسی جماعت میں ہوگا جیسا کہ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا " وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ " (پارہ ۶/ سورۂ مائدہ ع ۸) ترجمہ:۔ تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔

نوٹ:۔ مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کتاب "اوصاف المحبین" کا مطالعہ فرمائیں۔

مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہوگیا کہ ایک بندۂ مومن کے دل و دماغ میں اگر عشق وحدت و رسالت اور محبت صالحین کی جلوہ گری نہ ہو تو ایک رمز شناس پکار اٹھتا ہے ۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

چنانچہ عشق رسول ﷺ کے مدارج علیا پر فائز المرام صالحین کے پاکیزہ فضائل و مناقب و تابندہ حالات کو بنام "احوال الصالحین" دارالقلم کے سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۰/ پر شائع کیا جا رہا ہے

تا کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کماحقہ، شمع عشق رسالت کی پاکیزہ تنویروں سے اپنے ویران و غیر آباد دلوں کو آباد و شاداب اور منور رکھے، اسی دولت بے بہا کے لیے استدعا کی ہے مرشد برحق شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے کہ ۔

آباد اسے فرما ویراں ہے دل نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

دعا ہے کہ رب کریم "احوال الصالحین" سے ہم غلامان خیر البشر ﷺ کو کماحقہ مستفیض و مستنیر فرمائے اور دنیا، قبر و حشر اور ہر جگہ ان پیاروں کے قدموں میں رکھے۔

اٰمِیْن بِحُرْمَةِ اِمَامِ الصَّالِحِیْن سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُهٗ عَلَیْہِ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَابْنِہِ الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ الْجِیْلَانِی مُحِیُّ الدِّیْن وَاَوْلِیَاءِ مِلَّتِہٖ وَشُهَدَاءِ مُحَبَّتِہٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ وَصُلَحَاءِ مِلَّتِہٖ اَجْمَعِیْن.

از عمل خویش ندارم امید
بر کرم تست مرا اعتماد

سگ آستانۂ صالحین
محمد حبیب الرحمٰن رضوی
خادم التدریس
دارالعلوم اہلسنت تدریس الاسلام بسڈیلہ پوسٹ چاپئکلاں ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)
سربراہ اعلیٰ
جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی بازار محلّہ نظام آباد ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

۱۳/ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۱۲ء

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّهٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ وَابْنِهِ الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ الْجِیْلَانِی مُحِیِّ الدِّیْنِ وَاَوْلِیَاءِ مِلَّتِهٖ وَشُهَدَاءِ مُحَبَّتِهٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ وَصُلَحَاءِ مِلَّتِهٖ اَجْمَعِیْن.

اما بعد

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

انسان کا یہ فطری تقاضہ ہوتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ہم بلندی وغلبہ حاصل کریں، چنانچہ اس ضابطے اور قانون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

(پ۴ سورۂ آل عمران، ع۱۴)

ترجمہ:۔ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

(ترجمۂ رضویہ)

چنانچہ اسی آیت مقدسہ کے پیش نظر کہا گیا ہے کہ ؎

اتــم الاعــلـــــون کی خواہش تو ہے تجھ کو مگر
بھول کیوں جاتا ہے ان کــنـتـم کی شرط اوّلیں

مومن ہی کے لیے بلندی ہے

آیت مقدسہ سے پتہ چلا کہ مومن ہی بلند و بالا رہے گا عارضی طور پر پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں مگر نتیجے میں صاحب ایمان ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے، اگر وہ ایمان والا ہے تو وہ ضرور غالب ہوگا ویسے تو دنیا دار المحن ہے ہی، آخرت دار القرار ہے، مگر انجام مرد مومن کا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہے گا، اللہ ورسول کی محبت جس کے قلب میں راسخ ہو چکی ہوتی ہے اور محبوب خدا کی محبت میں

جس کا دل لگا رہتا ہے، اس مرد مومن کے راحت واطمینان کا سامان ذکر محبوب ہی ہوا کرتا ہے۔

رنج ومصائب سے بچنے کا طریقہ

رنج ومصائب سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ جب محبّ غمزدہ ہو اس کے سامنے اس کے محبوب کا ذکر خیر چھیڑ دیجیے پھر تو اس کے دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔

یہ بات کس نے بتائی ایک عاشق رسول نے، کہ اس کے سکون پانے کا واحد علاج یہی ہے کہ جب اس کے دل کی توجہ محبوب کی طرف ہو جائے گی تو کچھ بھی مصیبت نہیں، کچھ بھی پریشانی نہیں بلکہ محبوب کی یاد سے وہ فرحت پائے گا اور اسے خوشی حاصل ہو جائے گی۔ ؎

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگیے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ذکر مصطفیٰ ﷺ ہو جائے تو انشاء اللہ کوئی پریشانی باقی ہی نہ رہے گی، کیوں کہ ایک بندۂ مومن دنیا میں ضرور رہتا ہے اور دنیا کے کام میں ضرور لگا رہتا ہے، لیکن اس کے دل میں خدا اور اس کے رسول پاک ﷺ کی محبت جلوہ گر رہا کرتی ہے اور جو ایمان نہیں رکھتے اور حصول زر میں لگے رہتے ہیں ایسے لوگوں کی دنیا تو ضرور ہے مگر وہ لطف نہیں ملتا جو ایک مومن کامل کو دنیا میں ملتا ہے، کیونکہ بندۂ مومن کا مطمح نظر محبت خدا اورسول ہی ہے۔ ایک شاعر نے اسی مفہوم کو یوں ادا کیا ہے۔ ؎

سکندر لوٹ کر بھی خوش نہیں دولت زمانے کی
قلندر مایۂ ہستی لٹا کر رقص کرتا ہے

تشریح:۔ یہاں سکندر سے مراد محض دنیا دار ہے ورنہ سکندر ذوالقرنین تو بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، اور قلندر رضائے خدا ورسول کے لیے اپنا سرمایۂ ہستی لٹا کر ناز کرتا ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

سما سکتی ہے کیوں کر حب دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقش حب محبوب خدا دل میں

تو پتہ چلا کہ خدا اور رسول کی محبت جس کے دل میں بس چکی ہو اس کے دل میں کسی چیز کی محبت ہرگز نہیں سما سکتی ہے۔

حضور ﷺ ساری مخلوق میں سب سے افضل ہیں

ربیع الاول شریف کا مہینہ ہے، بہت خوشی کا مہینہ ہے، خوشی کا اظہار کرو، اسی مہینے میں حضور رحمت عالم فخر دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، جن کی مبارک امت میں ہم سب پیدا کیے گیے، اور قیامت تک جتنے بھی لوگ آئیں گے آپ کی مبارک امت میں ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تمام نبیوں کے پاس آتا رہا اور خدائے پاک کا عطا کیا ہوا پیغام لاتا رہا، میں نے ہر نبی کو دیکھا اور ہر دور کا مشاہدہ کیا، زمین و آسمان دونوں کو اچھی طرح سے دیکھا، لیکن یا رسول اللہ! سب میں افضل میں نے آپ کو پایا۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ" (نشر الطیب ص ۱۴/الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ جلد اول صفحہ ۷۵/ نسیم الریاض جلد اول صفحہ ۲۰۲/شرح الشفاء جلد اول صفحہ ۲۰۲/ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار جلد سوم صفحہ ۸۹/جواہر البحار جلد چہارم صفحہ ۲۲۴/انسانی العیون جلد اول صفحہ ۲۶/تجلی الیقین صفحہ ۶۴)

میں تمام زمین کے مشارق ومغارب میں پھرا لیکن میں نے کوئی شخص حضور ﷺ سے افضل نہیں پایا۔

حدیث پاک کا نورانی لفظ ہے "قلبت" جس کا ترجمہ ہوتا ہے الٹ پلٹ کے دیکھا مشرق کو دیکھا، مشرق کے ہر حصے کو دیکھا، ایسے ہی مغرب کو دیکھا اور مغرب کے ہر حصے کو دیکھا، جتنے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے سب کو اچھی طرح سے دیکھا، ایک سے ایک صاحبان کمال و جمال کو دیکھا، حسن یوسف کو دیکھا، عصاء موسیٰ و ید بیضاء کو دیکھا، مگر یا رسول اللہ! جب آپ تشریف

لائے اور آپ کی پیاری صورت سامنے آئی تو میں نے سب سے افضل و اعلیٰ اور سب سے بلند و بالا آپ ہی کو پایا۔

اس مفہوم کو صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

جبریل سے اک روز یوں کہنے لگے شاہ امم
تم نے دیکھا ہے جہاں بتلاؤ کہ کیسے ہیں ہم
کی عرض یہ جبریل نے اے مہ جبیں تیری قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

یا رسول اللہ! پوری دنیا کو دیکھا اور ایک ایک صاحبان حسن و جمال کو دیکھا، مگر آپ کے جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ اسی کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا تجھے حمد ہے خدایا

تشریح:۔ سدرہ والے سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جن کا مقام سدرۃ المنتہیٰ پر ہے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ وہ ہے جس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں، ایسے ہی مخلوق میں خدائے برتر نے آپ کو انفرادی حیثیت بخشی ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "تجھے یک نے یک بنایا"

عشق مصطفےٰ ﷺ مقرب الی اللہ ہونے کا عظیم ذریعہ ہے

دوستو! اسلامی سال کا تیسرا مہینہ جسے ہم ماہ ربیع الاول شریف یعنی بہار والا مہینہ، خوشیوں اور مسرتوں والا مہینہ کہتے ہیں، اس مبارک مہینے میں ہمارے اور آپ کے درمیان پیارے نبی

آقائے دوجہاں محمد عربی ﷺ اس خاکدان گیتی پر تشریف لائے اور پھر جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے اعلان نبوت فرمایا، ویسے حضور ﷺ کے نبوت کی جلوہ گری عالم میں پہلے ہی ہو چکی تھی...... جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "کُنْتُ نَبِیًّاوَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ"۔ یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

مگر اعلان نبوت کے وقت کا ماحول عجیب و غریب تھا، اعلان نبوت ہوتے ہی فوراً لوگ آپ کے جانی دشمن ہو گیے اور طرح طرح کے ظلم و ستم آپ پر کیے جانے لگے، پتھر برسائے گیے مگر سنجیدہ و پاکباز روحیں آپ کے پیغام ابدی کی قدر کرتے ہوئے آپ کے دامن کرم میں آنا شروع ہوئیں اور اپنے آپ کو آپ کے دامن کرم سے وابستہ کیا۔

فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن لوگوں نے اپنے آپ کو آقائے دوجہاں ﷺ سے منسوب کیا، عمر دراز مردوں میں وہ پہلی شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے، جو اپنا سب کچھ رسول اعظم ﷺ کی ذات پر نچھاور کر کے فخر کیا کرتے تھے۔ شاعر نے اس کی یوں ترجمانی کی ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

نام و لقب

آپ کا اسم گرامی عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق و عتیق ہے، آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے، آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ اور کنیت ام الخیر ہے، آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں حضور ﷺ کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ کی پیدائش کے سلسلے میں کئی روایتیں ملتی ہیں، زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالکعبہ تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا نام عبدرب

الکعبہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا جب کہ ایک قول یہ ہے کہ عتیق رکھا، اس وجہ سے کہ وہ جہنم سے آزاد ہیں، اور بعض کے مطابق اس وجہ سے کہ ان کی والدہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا اس لیے جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ نے قبلہ رخ کھڑا کر کے کہا۔

"اے خدا ان کو موت سے چھٹکارہ دے ان کو میرے لیے بخش دے" اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بھی ان کا قدیمی نام ہے۔

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں مخلصین مردوں میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جس وقت آپ نے کلمہ پڑھا تو باشندگان مکہ آپ کے جانی دشمن بن گیے، کلمۂ حق کا اقرار تو کیا مگر زبان پر لانا دشوار تھا، اس وقت جب سرکار مصطفےٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا کا نبی ہوں اور خدائے پاک ہی پرستش و پوجا کے لائق ہے، اور بت خدا نہیں ہو سکتے، تو یہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے متبعین میں جتنے بھی اللہ کے بندے ہیں، نبیوں اور رسولوں کے بعد ان مقبول بندوں میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

پتہ چلا کہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم پر بلا تامل "اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا" کہنا مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا عظیم ذریعہ ہے اور یہی عمل ایسا مقبول عمل ہے کہ "بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر" کا عقیدہ اسلامی عقیدہ بن گیا۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَنْفِیَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ھَلْ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَوَّلَ الْقَوْمِ اِسْلَامًا؟ قَالَ: لَا قُلْتُ فَبِمَ عَلَا اَبُوْبَکْرٍ وَسَبَقَ حَتّٰی لَایَذْکُرُ اَحَدٌ غَیْرَ اَبِی بَکْرٍ قَالَ: لِاَنَّہٗ کَانَ اَفْضَلَھُمْ حِیْنَ اَسْلَمَ حَتّٰی لَحِقَ رَبَّہٗ"۔

ترجمہ:۔ حضرت سالم بن ابی جعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے تھے؟ فرمایا نہیں، میں نے کہا پھر کیا بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بالا رہے اور پیشی لے گیے، یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے؟ فرمایا یہ اس لیے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب عزوجل سے جا ملے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۱۵۰)

عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ الْمُرْتَضىٰ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ خَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَخَيْرُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَاَهْلِ الْاَرَضِيْنَ اِلَّا الْاَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِيْنَ لَاتُخْبِرْ هُمَا يَا عَلِيُّ"۔

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابوبکر وعمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں، تمام آسمان وزمین والوں سے بہتر ہیں سوائے انبیاء ومرسلین کے، اے علی تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔ (الجامع السیوطی ج ا ص ۱۱)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یوں ترجمانی فرمائی۔

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردار دوجہاں
اے مرتضیٰ عتیق وعمر کو خبر نہ ہو

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات عظیمہ

عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ زَوَّجَنِيْ اِبْنَتَهُ وَحَمَلَنِيْ اِلىٰ دَارِ الْهِجْرَةِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ، وَمَانَفَعَنِيْ مَالُ اَحَدٍ فِي الْاِسْلَامِ مَانَفَعَنِيْ مَالُ اَبِيْ بَكْرٍ"۔

ترجمہ:۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق پر رحمت نازل فرمائے، مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا اور مجھے

دارالہجرت مدینہ منورہ میں لائے، اور اپنے مال سے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرید کر آزاد کیا اور مجھے اسلام میں کسی کے مال نے وہ فائدہ نہیں دیا جو فائدہ ابوبکر کے مال نے دیا۔

آپ کی خلافت

حضور سید المرسلین ﷺ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام نے متفقہ طور پر آپ ہی کو خلیفۂ اوّل کے طور پر منتخب فرمایا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام کا عظیم الشان اجتماع حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ہوا جہاں پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختصر تقریر فرمائی کہ اے جماعت صحابہ آقائے دوجہاں مہاجرین میں سے تھے لہٰذا ان کا نائب اور خلیفہ بھی انھیں مہاجرین ہی میں سے ہوگا اور جس طرح ہم لوگ حضور ﷺ کے معاون ومددگار تھے اسی طرح خلیفۂ اول کے بھی مددگار رہیں گے۔ اس کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اب یہ تمہارے والی ہیں اور پھر آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر تمام انصار ومہاجرین نے آپ سے بیعت کی اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے تو مجمع میں حضرت زبیر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نہیں پایا، آپ نے اعلان فرمایا ان کو بلایا جائے جب وہ آگیے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ آپ لوگ مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہونے دیں گے اور آپ اسلام کو کمزور ہونے سے بچانے میں میری مدد کریں گے، تو ان لوگوں نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول آپ کچھ فکر نہ کریں یہ کہہ کر انھوں نے بھی بیعت کر لی۔ (بیہقی)

حضرت ابوبکر صدیق بارگاہ الوہیت میں

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهُ

"یتزکیٰ"، عنقریب وہ شخص جہنم سے آزاد ہوگا جو اتقیٰ ہے اور خدا کی راہ میں مال خرچ کر کے اس کو پاکیزہ کرتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنم سے آزاد ہونے کی بشارت دی اور انھیں اتقیٰ فرمایا، اتقیٰ کے معنیٰ ہیں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا۔

انسان کا سب سے بڑا کمال ہے فیاضی اور خدا خوفی، اور یوں تو تمام بزرگان دین کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے لیکن اصل اعزاز اس شخص کا ہے جسے خدا خود متقی کہہ دے بلکہ متقی بھی نہیں اتقیٰ سب سے زیادہ متقی۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو اور جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک امت میں سب سے زیادہ متقی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو اس کی بارگاہ میں مکرم بھی سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار پائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے لیے غار ثور کا گوشہ گوشہ صاف کیا پھر حضور ﷺ کو لے کر غار کے اندر پہونچے، حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گیے، جہاں محبت ہوتی ہے وہاں اندیشے بھی بیشمار ہوتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فکر تھی کہ کہیں کفار پیچھا کرتے کرتے غار تک نہ آپہونچیں اور مبادا حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہونچے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر! فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے ابھی یہ بات حضور ﷺ کے ہونٹوں پر ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" دو میں سے دوسرے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب انھوں نے اپنے صحابی سے کہا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثانی اثنین فرمایا، اس کا

مطلب ہے کہ جس جگہ حضور ﷺ اوّل ہیں وہاں حضرت ابوبکر ثانی ہیں۔ چنانچہ ایمان میں، تبلیغ میں، نصرت فی الدین میں، ہجرت میں، امامت میں، امارت میں، روضہ میں، حشر میں، جنت میں جہاں جہاں حضور ﷺ اوّل ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں ثانی ہیں۔

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صاحب کا اطلاق کیا اور یوں تو حضور ﷺ کے ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد صحابہ ہیں، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا کہ اسے اللہ نے حضور ﷺ کا صاحب فرمایا ہو اور نہ ہی گروہ صحابہ میں کوئی اس شان کا صحابی ہے جو عالم ارواح سے لے کر جنت تک ہر مرحلہ میں حضور ﷺ کا صاحب ہو۔

الحاصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا ہیں؟ آئینۂ جمال مصطفیٰ سیرت رسول کا سراپا، اللہ کے محبوب، رسول اللہ ﷺ کے مطلوب، جو ان سے بگڑے اس سے رسول اللہ ﷺ ناراض جائیں جن پر نکتہ چینی اللہ رب العزت کو گوارا نہیں۔ اطاعت رسول میں جبریل جن کا ہمسر نہیں اور عرش الٰہی کو جن سے مساوات کا یارا نہیں۔

وصال

۲۲/۲۳ رجمادی الثانی ۱۳ھ کی درمیانی شب بعد نماز مغرب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حسرت آیات ہوئی اور آپ کو حضور ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن کیا گیا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

فضائل ومناقب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ولقب

آپ کا اسم گرامی عمر، کنیت ابوحفص اور لقب فاروق تھا۔

سلسلۂ نسب

سلسلۂ نسب اس طرح ہے عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔آپ کا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ ﷺ کے نسبی سلسلہ سے مل جاتا ہے،حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی والدہ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھیں۔(خلفائے راشدین ص ۱۶۵ وتاریخ الخلفاء)

قبول اسلام

حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمایا''**اَللّٰھُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلٍ بِنْ ھِشَامَ اَوْ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ**''

اے میرے اللہ!اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ذریعہ عزت عطا فرما۔(ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۹ رمشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۷)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے قبول اسلام کے متعلق ابن ہشام نے دومختلف روایات درج کی ہیں،ایک روایت کے مطابق جسے بلاذری نے ''انساب الاشراف'' میں ابن سعد نے ''طبقات''،میں اور ابن اثیر نے'' **اسد الغابہ**'' میں ذکر کیا ہے کہ آپ حضور ﷺ کے قتل کے ارادہ سے نکلے تھے کہ راستہ میں ایک رشتہ دار سے ملاقات ہوئی۔صورت حال سے واقف ہونے کے بعد اس نے کہا کہ پہلے اپنے بہن اور بہنوئی کی خبر تو لو،فوراً وہاں پہونچے اور کچھ تکرار کے بعد قرآن عظیم کے کچھ اجزاء دیکھے اور پڑھ کر مسلمان ہوگیے،اور دوسری روایت کے مطابق ایک روز چھپ کر حضور ﷺ کی تلاوت سنی اور اس سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا،بہر نوع تمام مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ آپ کو قرآن عظیم پڑھ کر یا سن کر قبول اسلام کی توفیق ہوئی اور یہ وصف ساری عمر آپ میں دیکھا جاتا رہا کہ انتہائی غصہ کے عالم میں بھی کوئی قرآن پاک پڑھ دیتا تو آپ کا

غصہ فوراً سرد ہو جاتا۔

علانیہ تبلیغ

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ''جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسلام لائے تو اسلام کو غلبہ نصیب ہوا اس کی تبلیغ اعلانیہ شروع ہوئی ہم حلقے باندھ کر کعبہ کے اردگرد بیٹھنے لگے،اور بیت اللہ شریف کا طواف کرنے لگے،اب جو ہم پر زیادتی کرتا ہم اس سے بدلہ لینے کے قابل ہوگیے تھے۔(عمر فاروق از ہیکل ص ۶۶)

مکہ معظمہ میں دعوت توحید اور تبلیغ کی مخالفت از حد شدت اختیار کیے ہوئے تھی،ہر سمت دشمنی کا طوفان برپا تھا،حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر نئے نئے ظلم وستم ہو رہے تھے(اللہ کے رسول ﷺ کو نعوذ باللہ)قتل کرنے کے منصوبے بنائے جارہے تھے،اسلام کی لہلہاتی اور ابھرتی ہوی کھیتی کو اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا جارہا تھا غرض مکہ مکرمہ اور گردونواح کی ساری فضا اس قسم کے جذبات سے بھری پڑی تھی اب تک مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اور طاقت کے ذریعہ حقوق منوانے اور مدافعت کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی،صرف صبر واستقامت کا حکم تھا جس پر غلامان مصطفی ﷺ انتہائی نظم وضبط اور صبر وتحمل سے عمل پیرا تھے،عین ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ کو قبول ایمان اور نصرت اسلام کے لیے چنا،انھوں نے ایام حج میں آکر ایمان قبول کیا اور اپنے علاقے میں جاکر اسلام کے شجر کی آبیاری کی،ان کی تبلیغ ودعوت سے اسلام پھولنے پھلنے لگا،اس مرحلے پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرجانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔چنانچہ دوسرے صحابہ کی طرح حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کا شرف واعزاز حاصل کیا،

جب وہ ہجرت کرنے لگے تو ہتھیار لے کر کعبہ شریف میں آئے سات طواف کیے نماز پڑھی اور کفار کے بھرے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں ہجرت کررہا ہوں پھر نہ کہنا کہ عمر(رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)چھپ کر چلا گیا جو شخص اپنی ماں کو ماتم کناں بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہے

وہ اس وادی سے نکل کر مجھ سے دو دو ہاتھ کرلے۔(عمر فاروق ص۷۲)

حضور ﷺ سے تعلق

پہلا تعلق صحابیت کا ہے یعنی رسول پاک ﷺ کے عظیم صحابہ میں سے آپ کا شمار ہوتا ہے، ساتھ ہی آپ عاشق رسول ہیں، حکم نبی ﷺ پر ایمان لانے کے بعد ہمیشہ جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے

دوسرا تعلق داماد اور خسر کا تھا جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دختر رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غم بھلانے کے لیے اپنی دختر نیک اختر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ پیش فرمایا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آج کل شادی کا ارادہ نہیں رکھتا، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یَتَزَوَّجُ حَفُصَةَ مَنُ هُوَ خَيُرٌ مِّنُ عُثُمَانَ يَتَزَوَّجُ مَنُ هِیَ خَيُرٌ مِّنُ حَفُصَةَ“

حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر ہے اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے بعد ازاں سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلیا انھیں ”ام المومنین“ ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیاہ دی اور انھیں ”ذوالنورین“ بنادیا۔(رحمۃ اللعالمین ج۲ص۱۶۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تیسرا تعلق خانوادۂ رسول اور چمنستان مصطفی ﷺ سے یہ ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا، جن سے آپ کے یہاں زید اور رقیہ دو بچے پیدا ہوئے، اس بنا پر حضرت سیدنا

عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بہنوئی ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نکاح اسی لیے کیا تھا کہ یہ ایک واقعہ کی حیثیت اختیار کرکے تاریخ عالم میں ثبت رہے اور میری طرف مذہب شیعہ کا انتساب نہ ہوسکے۔

فضائل و مناقب

آپ ۴۰؍مردوں اور ۱۱؍عورتوں کے بعد یا ۳۹؍مرد اور ۲۳؍عورتوں کے بعد یا ۴۵؍مرد اور ۱۱؍عورتوں کے بعد مشرف باسلام ہوئے، آپ نے جب اسلام قبول فرمایا تو مسلمانوں کو حد درجہ خوشی ہوئی اور مکہ میں اسلام کا بول بالا ہوتا چلا گیا، بلکہ صحیح تو یہ ہے ان کے بعد اسلام میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا اس وقت عرب کے مشہور و معروف بہادر سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام کو گلے لگالیا تھا، تاہم مسلمان اپنے مذہبی فرائض اعلانیہ طور پر ادا کرنے کے بجائے چھپ کر ادا کیا کرتے تھے، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو حالات یک بیک بدل گیے، لوگ اعلانیہ طور پر فرائض ادا کرنے لگے۔

عَنُ اَمِيُرِ الُمُوُمِنِيُنَ اَبِیُ بَكُرِ الصِّدِّيُقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنُهُ قَالَ: قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ لَوُلَمُ اُبُعَثُ فِيُكُمُ لَبُعِثَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنُهُ اَيَّدَ اللّٰهُ عُمَرَ بِمَلَكَيُنِ يُوَفِّقَانِهٖ وَيُسَدِّدَانِهٖ فَاِذَا اَخُطَاَ صَرَّفَاهُ حَتّٰى يَكُوُنَ صَوَاباً“.(مسند الفردوس الديلمی جلدسوم صفحه ۲۷۲)

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو بیشک عمر کو نبی بنا کر بھیجا جاتا، اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے عمر فاروق کی تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں اگر عمر کی رائے لغزش کرتی ہے تو وہ فرشتے عمر کو ادھر سے پھیر دیتے ہیں تاکہ عمر سے حق ہی صادر ہو۔

عَنُ اُمِّ الُمُوُمِنِيُنَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنُهَا قَالَتُ سَمِعُتُ رَسُوُلَ اللّٰهِ ﷺ

يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً ". (سنن ابن ماجہ ج ا ص ۱۱)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا الٰہی خاص عمر بن الخطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔

منصب امامت

۷؍جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو شدید سردی کے ایام میں امام اول جانشین رسول خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل کیا جس کے بعد آپ کو بخار ہوگیا جو وفات تک مسلسل متواتر رہا، جب ضعف اور نقاہت کی وجہ سے جماعت کے لیے تشریف لے جانا آپ کے بس سے باہر ہوگیا تو آپ نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر امت مسلمہ کی امامت وقیادت کے لیے عملاً جانشین مقرر کردیا۔ جس طرح نبی کریم نے اس سے پیشتر آپ کو اس منصب جلیل پر متعین فرمایا تھا، اسی کے ساتھ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانشینی اور خلافت کا پروانا لکھوایا جسے تمام لوگوں نے بطیب خاطر قبول کیا۔

پروانۂ خلافت

" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذَا مَاعَهِدَ اَبُوْبَكْرِ بْنِ قَحَافَةَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ قَدْ اِسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ وَلَمْ آلِ لَكُمْ خَيْرًا"

میں نے تم پر عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خلیفہ مقرر کردیا ہے اور میں نے اس معاملہ میں تمہاری خیرخواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ (محاضرات ج ا ص ۱۹۷)

۲۲؍۲۳؍جمادی الثانی ۱۳ھ کی درمیانی شب بعد نماز مغرب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حسرت آیات ہوئی، اس کے بعد عہد نبوی (ﷺ) کے بااعتماد وزیر اور

خلافت صدیقی کے مخلص مشیر جناب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام دوم خلیفۃ المسلمین کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔

حضرت سعد آزاد کردہ غلام حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجۂ مقدسہ حضرت ام کلثوم بنت امیر المومنین حضرت علی و بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا، انھیں روتے ہوئے پایا، سبب پوچھا انھوں نے عرض کیا یا امیر المومنین! یہ یہودی کعب احبار (اجلۂ تابعین، وعلماء کتابین اعلم علماء تورات سے ہیں، پہلے یہودی تھے، خلافت فاروقی میں مشرف باسلام ہوئے) شاہزادی کا اس وقت حالت غضب میں اس لفظ سے تعبیر فرمانا بر بنائے نازک مزاجی تھا، کہ لازمہ شہزادگی ہے، یہ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں، امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے، خدا کی قسم بیشک مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہے، پھر کعب احبار کو بلا بھیجا، انھوں نے حاضر ہو کر عرض کی امیر المومنین! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں، قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے، فرمایا کیا بات ہے، کبھی جنت میں، کبھی جہنم میں، عرض کی امیر المومنین! قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہم آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازے پر پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں، جب آپ انتقال فرمائیں گے قیامت تک لوگ نار میں گرا کریں گے۔ (الامن و العلیٰ ص ۲۳۷)

شہادت

مدینۃ الرسول میں فیروز نامی ایک شخص پارسی غلام تھا جس کی کنیت ابولولو تھی، اس نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے آپ کم کرادیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعداد پوچھی اس نے کہا دو درہم (تقریباً سات آنے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تو کون سا پیشہ کرتا ہے

بولا کہ ''نجاری، نقاشی، آہنگری'' فرمایا کہ ان صنعتوں کے مقابلہ میں رقم کچھ بہت زیادہ نہیں ہے فیروز دل ہی دل میں سخت ناراض ہوکر چلا گیا، دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صبح کی نماز کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لائے آپ امامت کے لیے بڑھے جوں ہی نماز شروع کی فیروز نے دفعتًہ گھات میں سے نکل کر چھ وار کیے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فوراً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخموں کی وجہ سے گر پڑے، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اٹھا کر لائے تو سب سے پہلے انھوں نے پوچھا میرا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے کہا فیروز۔ فرمایا الحمد اللہ کہ میں کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو۔

وفات

۲۶/ذی الحجہ ۲۳ھ کو حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو آپ کی شہادت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

فضائل ومناقب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

نام ونسب

آپ کا نام عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہے۔

پانچویں پشت میں رسول پاک ﷺ کے شجرۂ نسب سے آپ کا سلسلہ مل جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوعمرو، لقب ذوالنورین ہے۔ آپ کی نانی ام حکیم حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں، حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں، اس رشتہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی والدہ حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں، عام الفیل کے چھ سال بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔

قبول اسلام اور مصائب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان صحابہ میں سے ہیں جن کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسلام کی دعوت پیش کی، آپ نے قبول فرمایا یعنی ابتداء اسلام ہی میں ایمان سے سرفراز ہوئے۔ حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جس وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو آپ کا پورا خاندان بھڑک اٹھا یہاں تک کہ آپ کا چچا حکم بن ابوالعاص اس قدر ناراض اور برہم ہوا کہ آپ کو پکڑ کر ایک رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ دادا کا پرانا دین چھوڑ کر ایک نیا مذہب قبول کرلیا ہے جب تک تم اس نئے دین کو ترک نہیں کروگے ہم تمھیں نہیں چھوڑیں گے یہ سن کر آپ نے فرمایا ''وَاللّٰہِ لاَ اَدْعُہٗ وَلاَ اُفَارِقُہٗ'' یعنی خدا کی قسم میں مذہب اسلام کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ کبھی اس پیاری دولت سے الگ ہوسکتا ہوں چاہے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یہ تو گوارا ہے مگر مذہب اسلام دل سے نکل جائے ایسا نہیں ہوسکتا۔

آپ کا حلیہ مبارکہ

آپ کا حلیہ مبارکہ اور سراپا ابن عسا کر نے اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ نہایت خوبصورت، درمیانہ قد تھے، چہرے مبارکہ پر چیچک کے داغ تھے، رنگ میں سفیدی کے ساتھ سرخی بھی تھی، کندھے پھیلے ہوئے اور جسم مبارک کی ہڈیاں چوڑی تھیں، پنڈلیاں بھری ہوئی ہاتھ لمبے بال دار تھے، داڑھی مبارکہ بہت گھنی اور سر کے بال گھنگھریالے تھے، دانت بہت خوبصورت اور سونے کے تار سے بندھے ہوئے تھے، کنپٹیوں کے بال کانوں کے نیچے تک تھے، پیلے خضاب کا استعمال فرماتے۔

ابن عسا کر عبداللہ بن حزم مازنی نے آپ سے متعلق ارشاد فرمایا ''فَمَارَأَیْتُ ذَکَرًا وَّلاَ اُنْثٰی اَحْسَنَ وَجْھًا مِّنْہُ'' میں نے عورتوں اور مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ خوبصورت

اور حسین نہیں دیکھا۔

لقب ذوالنورین

حضرت امام بیہقی نے اپنی سنن میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ جعفی نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے ماموں حضرت حسین جعفی نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ذوالنورین لقب کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، تو ماموں نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علاوہ کسی شخص کے عقد میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے عقد میں نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اسی لیے آپ کو ذوالنورین کا لقب عطا ہوا۔ امام اہلسنت سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

خبر شہادت

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کی ہمرکابی میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم احد پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے، یکایک فرط مسرّت سے وہ ہلنے لگا، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اُثْبُتْ اُحُدُ مَاعَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَہِیْدَانِ" یعنی اے احد! ٹھہر جا کہ تیرے اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ **(تفسیر معالم التنزیل جلدششم صفحہ ۲۱۶)**

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے اس کی یوں ترجمانی کی ہے۔

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا حکم مبارک پہاڑوں پر بھی نافذ ہے۔ یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ رب کریم نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا تھا جبھی تو حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔

فضائل ومناقب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

نام ولقب

آپ کا اسم گرامی علی اور کنیت ابوالحسن ہے، آپ کے والد کا نام ابوطالب بن عبدالمطلب قریشی ہاشمی ہے، اور آپ کی والدہ کا نام فاطمہ ہے، آپ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی، داماد اور اہل بیت اطہار سے ہیں۔

بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں آپ کی ذات ہے، آپ ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے کہ سرکار دوجہاں ﷺ پر ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔

عَنْ عُرْوَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: اَسْلَمَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم وَھُوَ ابْنُ ثَمَانِ سِنِیْنَ". (عیون الاثر لابن سید الناس ج ۱۲ ص ۵۷)

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آٹھ سال کی عمر میں ایمان لائے۔

حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے گیے، تو آپ نے انصار و مہاجرین کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرمایا یعنی دو دو حضرات کو آپس میں بھائی بھائی بنایا، تو حضرت علی سے فرمایا تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔

جس وقت حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس خاکدان گیتی پر آنکھیں کھولیں تو ہر طرف کفر کی تیز آندھی چل رہی تھی، اور ہر قبیلے کے لوگ اپنا الگ معبود بنا کر اسی کی پوجا کیا کرتے

تھے، گویا کہ ہر طرف بت پرستی کا دور دورہ تھا،لیکن آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی، بلکہ جب آپ شکم مادر میں تھے اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ زمانۂ جاہلیت کی رسم ورواج کے مطابق جب جب بت خانہ پہونچ کر جھکنا چاہتیں تو آپ اسی انداز میں شکم مادر میں ہوتے کہ وہ جھک نہیں سکتیں۔اسی لیےان کا لقب مشہور ہے کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَهُ الْکَرِیْمَ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانی چہرے کو اس قدر پاک ومنزہ رکھا کہ شکم مادر میں ہوتے ہوئے بھی یہ نورانی چہرہ غیر خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوا، چنانچہ تاریخ میں یہی ملتا ہے سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں پاکباز ہستیوں نے کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔

فضائل ومناقب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور آپ کے والد کا نام عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی ہے، والدۂ محترمہ کا نام لبابہ بنت کبریٰ بنت حارث بن حزن ہلالیہ ہے۔

آپ کے القاب میں ''حبر وبحر'' دونوں الفاظ وارد ہیں جو آپ کے کثرت علم وفضل پر دال ہیں، حبر کے معنیٰ عالم اور بحر کے معنیٰ سمندر ہیں، آپ حبر الامت بھی تھے اور بحر العلوم بھی، آپ اجتہاد کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اور قرآن کریم کے معانی سمجھنے میں آپ کو امتیازی شان حاصل تھی، اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو ترجمان القرآن کہا کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا کہ تفسیر کے وقت عالم غیب کے باریک پردوں سے دیکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسا اوقات آپ کی تفسیر قرآن کو کلام الٰہی پر جرأت قرار دیتے اور تنقید فرماتے، ایک مرتبہ کسی نے آپ سے اس آیت کریمہ کے معنیٰ پوچھے ''اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا''(پ۱۷ سورۂ انبیاء ع۳)

ترجمہ مع تفسیر :۔کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انھیں کھولا (یا تو یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملا ہوا تھا ان میں فصل پیدا کر کے انھیں کھولا یا یہ معنیٰ ہیں کہ آسمان بند تھا بایں معنیٰ کہ اس سے بارش نہیں ہوتی تھی، زمین بند تھی بایں معنیٰ کہ اس سے روئیدگی پیدا نہیں ہوتی تھی، تو آسمان کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے بارش ہونے لگی اور زمین کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے سبزہ پیدا ہونے لگا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سائل سے کہا جاؤ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھو اور وہ جو بتائیں مجھے بھی اس سے آگاہ کرنا، جب وہ پوچھنے آیا تو آپ نے اس کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی۔

''آسمان رتق تھا کہ بارش نہیں ہوتی تھی، اور زمین رتق تھی کہ کھیتی نہیں اگتی تھی، تو دونوں کا فتق بارش ونباتات کی صورت میں ہوا'' سبحان اللہ!

اس شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سب بتایا تو وہ کہنے لگے مجھے تو ان کی تفسیر ایک جرأت وجسارت معلوم ہوتی تھی، اب میں سمجھا کہ واقعی ان کو علم کتاب عطا ہوا ہے۔

حضور ﷺ نے آپ کے لیے فقیہ اور مفسر ہونے کی دعا کی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ فِیْ بَیْتِ مَیْمُوْنَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا فَوَضَعْتُ لَهُ وُضُوْءً مِّنَ اللَّیْلِ، قَالَ، فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَضَعَ لَکَ ھٰذَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ''.(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں قیام پذیر تھے، میں نے رات میں حضور ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا، ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ پانی عبداللہ بن عباس نے رکھا ہے، یہ سن کر حضور ﷺ نے دعا کی الٰہی! انھیں دین کا فقیہ بنا اور انھیں اپنی کتاب کی تفسیر کا علم عطا فرما۔

فضیلت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی پہلی بیوی ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف اس وقت پچیس سال دو ماہ دس روز تھی، جب کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس وقت اکتالیس (۴۱) برس کی تھی، آپ کا شمار مکہ کی عفت مآب عورتوں میں ہوتا تھا، آپ نے اعلان نبوت کے بعد عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، اور اپنی دولت کو اسلام کے فروغ کے لیے خوب خرچ کیا، اسلام کے تئیں جذبۂ اخلاص اور آقائے دوجہاں ﷺ پر جذبۂ جانثاری نے آپ کو اس قدر عظمت و برتری عطا کی کہ پروردگار عالم نے بذریعۂ حضرت جبریل علیہ السلام آپ پر سلام بھیجا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین نے آقائے دوجہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

هٰذِهٖ خَدِیْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِیْهِ اِدَامٌ وَطَعَامٌ فَاِذَا هِیَ اَتَتْکَ فَاقْرَأْ عَلَیْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّیْ وَبَشِّرْهَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَاصَخَبَ فِیْهِ وَلَانَصَبَ
(بخاری شریف جلد اول پارہ ۱۵/۵ صفحہ ۵۳۹)

یعنی حضور یہ آپ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں جو آپ کی خدمت میں کھانا لے کر آرہی ہیں، جب وہ آپ کے پاس آجائیں تو ان کو ان کے رب کا اور میرا سلام پہونچا دیں، اور انھیں جنت میں ایسے محل کی خوشخبری دیں جو موتیوں کا ہے اس میں نہ شور ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کی تکلیف۔

اللہ اکبر! خدائے برتر کی طرف سے سلام آئے، حضرت جبریل علیہ السلام اپنی طرف سے سلام پیش کریں، اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے انھیں ایسے جنت کی بشارت ملے جس میں موتیوں کا محل ہو، یہ کتنی خوش نصیبی کی بات ہے، مگر یہ عظمت و برتری ملی کیسے؟ صرف اور صرف آقائے دوجہاں ﷺ کی ذات سے نسبت کی وجہ سے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس واقعہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔ ؎

عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اس عطا کی سعادت پہ لاکھوں سلام

خصوصیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بخاری شریف میں ہے۔ **"عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ خَیْرُ نِسَائِهَا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَیْرُ نِسَائِهَا خَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلَدٍ"(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۳، بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۳۹)**

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مریم بنت عمران اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں، اور خدیجہ بنت خویلد اپنے زمانہ میں روئے زمین کی عورتوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

ایک اور دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام عورتوں سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ (مسلم شریف ج ا ص ۲۸۴)

ترمذی شریف میں ہے **"عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ حَسْبُکَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلَدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَاٰسِیَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ". (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۷، مشکوٰۃ ص ۵۷۳)**

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت ہے، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ زوجۂ فرعون

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں۔

قَالَ اَفْضَلُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلَدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَمَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ" (زرقانی ج ۳ ص ۲۲۳)

اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، حضرت مریم اور

حضرت آسیہ ہیں۔(رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھن)

خصوصیات حضرت فاطمہ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ربیع الاول شریف کا وہ مہینہ ہے کہ جس کے صدقے میں دنیا والوں کو ایمان نصیب ہوا اور جہنم سے آزادی ملی، جنت کی بشارت ملی، نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام کو نوازرہے تھے، خاص خاص بشارتیں دیتے رہے، کسی کو کوئی بشارت ملی، کسی کو کسی بشارت سے نوازا۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی شریف کے متعلق ارشاد فرمایا۔

”اَلاَ اِنَّ ھٰذَا الْمَسْجِدَ لاَیَحِلُّ لِجُنُبٍ وَلِحَائِضٍ اِلاَّ لِلنَّبِیِّ ﷺ وَاَزْوَاجِہٖ وَفَاطِمَۃُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلِیٍّ اَلاَ بَیَّنْتُ لَکُمْ اَنْ لاَتَضِلُّوْا“(بیھقی شریف،الامن والعلیٰ ص ۱۱۵)

ترجمہ :۔سن لو یہ مسجد نہ کسی جنب کو حلال ہے نہ کسی حائض کو مگر سید عالم ﷺ اور حضور کی ازواج مطہرات اور حضرت فاطمۃ الزہرا اور مولیٰ علی کو سن لو میں نے تم سے صاف صاف بیان فرمادیا کہ کہیں بہک نہ جاؤ۔

سرکار مصطفی ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ یہ مسجد نبوی ہے جس میں نماز ادا کرنے کا عظیم ثواب ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کو غسل کی حاجت ہو،اس پر غسل فرض ہو تو مسجد میں اس کے لیے جانا حلال نہیں ہے، یہی عام مسئلہ ہے کہ جب آدمی پر غسل فرض ہو وہ نہانے کے بعد ہی مسجد میں آسکتا ہے، کیونکہ خانۂ خدا کی زمین محترم ہے، جس نے ناپاکی کی حالت میں قدم رکھا تو سخت گنہگار ہوا، ایسی حالت میں کسی کے لیے مسجد میں جانا حلال نہیں ہے، لیکن رسول اعظم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا کے ایسی حالت میں بھی میرے لیے جانا درست ہے۔

ازواج مطہرات کا مرتبہ

ازواج مطہرات کا مرتبہ بلندوبالا ہوا، چونکہ ازواج مطہرات کی نسبت سرکار دوجہاں ﷺ سے ہے، اسی لیے دنیا کی کوئی بھی نیک عورت ان کے ہم مرتبہ وہم پلہ نہیں ہوسکتی، چاہے کوئی لاکھ عبادت کرلے، عابدہ زاہدہ ولیہ کاملہ تو ہوسکتی ہے مگر ان کے برابر کا مرتبہ نہیں پاسکتی ہے۔دیکھو قرآن شریف میں ہے۔

”یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ“.(پارہ/ ۲۲ سورۂ احزاب ع ۴)

ترجمہ:۔اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔(ترجمۂ رضویہ)

یعنی تمہارا اجر بھی دونا ہے، اور تمہارا مقام بھی بلندوبالا ہے، کوئی عورت ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی، یہی وجہ کہ دنیا کی کسی عورت کا شوہر انتقال ہوجائے تو وہ عقد ثانی کرسکتی ہے، مگر انبیاء کرام جب دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں اور ان کی پاک بیبیاں زندہ رہتی ہیں ان کے لیے نکاح ثانی کرنا حلال نہیں، کیونکہ؟ نسبت ہی کی وجہ سے قرآن پاک میں آیت مقدسہ موجود ہے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

”وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْما“.(پ ۲۲ سورۂ احزاب ع ۷)

ترجمہ :۔اور تمہیں نہیں پہونچتا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو(اور کوئی ایسا کام کرو جو خاطر اقدس پر گراں ہو) نہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو،(کیوں کہ جس عورت سے رسول کریم ﷺ نے عقد فرمایا وہ حضور ﷺ کے سوا ہر شخص کے لیے حرام ہوگئی، اسی طرح وہ کنیزیں جو باریاب خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لیے حرام ہیں) بیشک یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔(اس میں اعلام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو بہت بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپ کی حرمت ہر حال میں واجب کی)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اگر دنیا سے تشریف لے جائیں تو ان کی پاک بیبیوں سے عقد کرنا جائز نہیں، نکاح کرنا جائز نہیں، نص قطعی موجود ہے، پھر ان کا احترام اس درجہ پر ہے کہ یہ مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

ایمان والے جتنے بھی دنیا میں آتے رہیں گے وہ سب کی مائیں ہیں، دیکھو قرآن شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ". (پارہ/ ۲۱ سورۂ احزاب ع ۱)

ترجمہ:۔اور ان کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔(تعظیم حرمت میں اور نکاح کے ہمیشہ کے لیے حرام ہونے اور اس کے علاوہ دوسرے احکام مثل وراثت اور پردہ وغیرہ کے ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا اور ان کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں، خالہ نہ کہا جائے گا) (ترجمۂ رضویہ)

دیکھو آخر نبی کی نسبت ہی سے تو ان کا رتبہ اتنا بلند ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے خود فرمایا کہ "وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ" کہ ان کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس کی یوں ترجمانی فرمائی ہے۔

اہل اسلام کی مادران شفیق
بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

ان مادران امت کی قسمت اوج ثریا سے بھی بلند ہے ان کی عظمتوں کا کیا کہنا، وہ عظیم سے بھی عظیم تر ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رتبہ بخاری شریف کی حدیث شریف میں ہے۔

ہمیں بتانا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کا مرتبہ اتنا بلند کر دیا کہ وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، اور ایسے وقت میں جب کہ عام عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں مگر ان کو جانے کی اجازت ہے، لیکن ایسے وقت میں کبھی ان پاک لوگوں نے مسجد میں قدم نہیں رکھا، شریعت نے تو

اجازت دیدی کہ اگر قدم رکھ بھی دیں تو اجازت ہے، آخر یہ سب کیوں ہے؟ صرف اور صرف نسبت رسول کا صدقہ ہے۔

فضیلت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بخاری شریف میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب نبی کریم ﷺ کے عقد پاک میں آئیں تو جبریل امین جیسے عظیم فرشتے نے آپ کی مقدس بارگاہ میں سلام عرض کیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔

"قَالَ اَبُوْسَلْمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْماً ،يَاعَائِشَةُ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تَرىٰ مَالَا اَرىٰ تُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ". (بخاری شریف ج ا پ۱۴ ص ۵۳۲)

ترجمہ:۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر خدمت ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! جبریل امین آئے ہیں اور تمھیں سلام کر رہے ہیں، تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا "وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" یارسول اللہ! آپ وہ دیکھتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتا ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔

یعنی میں نے سلام کا جواب دیدیا، یارسول اللہ! آپ فرماتے ہیں کہ جبریل امین آئے ہیں، آپ انھیں دیکھ رہے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ کی وہ مبارک آنکھیں ہیں جس سے آپ دیکھتے ہیں اور ہمیں نظر نہیں آتا ہے۔

خصوصیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مسلم ومشکوٰۃ شریف میں ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بُنَيَّةُ فَاطِمَةُ اَلَاتُحِبِّيْنَ مَااُحِبُّ قَالَتْ بَلىٰ قَالَ فَاَحِبِّيْ هٰذِهٖ (عَائِشَةَ) مُلَخِّصاً". (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۸۵)

ترجمہ:۔حضور سید عالم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کیا تم اس کو محبوب نہیں رکھو گی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں، حضرت فاطمہ نے عرض کیا کیوں نہیں (رکھوں گی) فرمایا تم عائشہ سے محبت کرو۔

ترمذی شریف میں ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرُّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبَاتِيْ اِلٰى اُمِّ سَلْمَةَ فَقُلْنَ يَا اُمَّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّاسَ يَتَحَرُّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَاِنَّا نُرِيْدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيْدُ عَائِشَةُ فَقُوْلِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَامُرُ النَّاسَ يَهْدُوْنَ اِلَيْهِ اَيْنَ مَا كَانَ،فَذَكَرَتْ ذَالِكَ اُمُّ سَلْمَةَ فَاَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ عَادَ اِلَيْهَا فَاَعَادَتِ الْكَلَامَ،فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ صَوَاحِبَاتِيْ قَدْ ذَكَرْنَ اَنَّ النَّاسَ يَتَحَرُّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ،فَاْمُرِ النَّاسَ يَهْدُوْنَ اَيْنَ مَاكُنْتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَتْ ذَالِكَ،قَالَ يَا اُمَّ سَلْمَةَ لَاتُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّهٗ مَااُنْزِلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَاَنَا فِيْ لِحَافِ اِمْرَأَةٍ مِّنْكُنَّ غَيْرَهَا"۔(ترمذی شریف جلددوم صفحہ ۲۲۶/ بخاری شریف پارہ۱۴/ صفحہ ۵۳۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ اپنے تحائف میری باری کے دن پیش کرتے ،میری دوسری سوتنیں ام سلمہ کے پاس جمع ہوئیں اور سبھوں نے کہا کہ اے ام سلمہ! لوگ اپنے تحائف عائشہ کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم سب بھی بھلائی چاہتی ہیں، جس طرح عائشہ چاہتی ہیں،تو آپ رسول اللہ ﷺ سے عرض کردیں کہ وہ لوگوں کو حکم دیں کہ جہاں بھی رہیں لوگ آپ کو ہدیہ پیش کریں،حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اعراض فرمایا،دوبارہ جب رسول اللہ ﷺ ام سلمہ کے پاس آئے تو ام سلمہ نے وہی کلام دہرایا،کہ یارسول اللہ! میری سوتنوں نے بیان کیا کہ لوگ اپنے تحائف عائشہ کے باری کے دن پیش کرتے ہیں،تو آپ لوگوں کو فرمادیں کہ آپ جہاں بھی رہیں لوگ

آپ کے پاس ہدیہ پیش کریں،آپ نے پھر اعراض فرمایا،سہ بارہ جب ان کی باری آئی تو انھوں نے پھر عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ دو اس لیے کہ وحی میرے پاس اس وقت آتی ہے جب میں عائشہ کے بستر پر ہوتا ہوں اور جب دوسروں کے بستر پر ہوتا ہوں تو نہیں آتی۔

فضائل حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زرقانی میں ہے:

"عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا اَبْكِيْ وَقَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ قَالَتَا نَحْنُ اُكْرَمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا نَحْنُ اَزْوَاجُهٗ وَبَنَاتُ عَمِّهٖ،فَقَالَ مَايُبْكِيْكِ؟فَذَكَرْتُ لَهٗ ذَالِكَ،فَقَالَ اَلَا قُلْتِ وَكَيْفَ تَكُوْنَانِ خَيْرًا مِّنِّيْ وَاَبِيْ هَارُوْنُ وَعَمِّيْ مُوْسٰى وَزَوْجِيْ مُحَمَّدٌ ﷺ"۔(زرقانی جلد سوم صفحہ ۲۵۹/ مدارج النبوت جلددوم صفحہ ۸۲۹)

ترجمہ:۔ایک روز نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رورہی ہیں تو آپ نے رونے کا سبب پوچھا،انھوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! حضرت عائشہ وحضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کہا ہے کہ ہم دونوں تم سے بارگاہ رسالت میں زیادہ عزت دار ہیں کیونکہ ہمارا خاندان حضور ﷺ سے ملتا ہے۔یہ سن کر آپ نے فرمایا اے صفیہ! تم نے ان دونوں سے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیوں کر ہوسکتی ہو؟ جبکہ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ میرے شوہر ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عبادت کا ایسا ذوق وشوق تھا کہ آپ کے لیے جی بھر کر سجدہ کے لیے پوری رات بھی ناکافی ہوتی تھی،آپ راتوں کو عبادت میں گذارتیں اور امت محمدیہ علیٰ

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے دعائے مغفرت کرتیں، اسی جذبۂ عبادت کا نتیجہ تھا کہ خدا کی بارگاہ میں عرض کرتیں خداوندا! ایک ایسی رات عطا فرمادے جس میں فاطمہ جی بھر کر تیری بارگاہ میں سجدہ کرلے۔

آپ کو بارگاہ نبوی میں ایک عظیم مقام حاصل تھا، آقائے دوجہاں ﷺ آپ کے لیے کھڑے ہوجاتے اور انھیں اپنے بیٹھنے کی جگہ بٹھاتے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"کَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَیْہِ قَامَ اِلَیْہَا فَاَخَذَ بِیَدِھَا فَقَبَّلَھَا وَ اَجْلَسَھَا فِیْ مَجْلِسِہٖ وَکَانَ اِذَادَخَلَ عَلَیْہَا قَامَتْ اِلَیْہِ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ وَاَجْلَسَتْہُ فِیْ مَجْلِسِھَا".

حضور ﷺ کا یہ کرم تھا کہ ان کے لیے کھڑے ہوجاتے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے، سرکار دوعالم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیشانی مبارک چوم لیتے اور خاص جگہ جہاں آپ تشریف فرما ہوتے حکم دیتے کہ بیٹی تم یہاں بیٹھو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں پر بیٹھتیں اور جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہاں حضور ﷺ تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑی ہوجاتی تھیں اور حضور ﷺ کا نورانی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر "قَبَّلَتْہٗ" اسے چوم لیا کرتی تھیں اور عرض کرتیں ابا جان! آپ یہاں تشریف رکھیں، بارگاہ رسالت میں آپ کی عزت و مرتبہ کی ترجمانی سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں۔

سیدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

جان احمد کی راحت کیوں نہ ہوں، جبکہ بخاری شریف میں ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ".

(بخاری شریف پ ۱۴ ص ۵۳۲)

ترجمہ:۔ فاطمہ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے تو جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا تحقیق کہ اس نے

مجھ کو غضبناک کیا۔

خیال رہے کہ جب سرکار دوعالم ﷺ دنیا سے تشریف لے جانے والے تھے تو سرکار دوعالم ﷺ نے سیدہ طاہرہ سے کچھ ارشاد فرمایا، حضرت سیدہ رونے لگیں، حضور ﷺ نے پھر کچھ ارشاد فرمایا، جسے سن کر حضرت سیدہ کے لبوں پر تبسم آگیا، یہ دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا بیٹی! آخر حضور نبی کریم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا کہ تو رونے اور پھر ہنسنے لگی، میں نے کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا جو بیک وقت رونے اور پھر ہنسنے لگے، اس پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا امی جان! یہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے اس کو میں ابا جان کے سامنے نہ عرض کروں گی۔

اس وقت تو نہ بتایا مگر نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد فرمایا کہ ابا جان نے فرمایا بیٹی! میرا وقت آرہا ہے، اور میں دنیا سے جانے والا ہوں، یہ سن کر مجھے رونا آگیا تھا، سرکار دوعالم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا بیٹی! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب جنت میں تمھیں تمام عورتوں کا سردار بنایا جائے گا۔

"فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ". (بخاری شریف ج ۱ پ ۱۴ ص ۵۳۲)

ترجمہ:۔ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

رسول خدا ﷺ کی زبان پاک سے اس عظیم بشارت کو سن کر لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیات

حضرت سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کبھی بھی نماز قضا نہ ہوئی تھی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عورتوں پر ایک ایسا بھی وقت آتا ہے کہ جس میں ان کو شریعت کا حکم ہے کہ ایسی حالت میں نماز نہ پڑھیں وہ حیض کے ایام ہیں اور بچے کی ولادت کے موقع پر بھی یہی حکم ہے کہ عورتوں کو نفاس میں بھی نماز نہ پڑھنے پر کوئی مواخذہ نہیں۔ لیکن حضرت سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ منفرد ہیں انھیں کبھی ایسا عارضہ پیش ہی نہیں آیا کہ ان کی نماز چھوٹی ہو اور اسی لیے جواہر البحار میں

ہے ”حتیّٰ لاتَفُوتَھَا صَلوٰۃٌ“۔ یعنی ان کی نماز کبھی نہیں چھوٹی۔(جواھر البحار فی فضائل النبی المختار جلددوم صفحہ۲۶)

یہ خصوصیت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں عام عورتوں کے عارضہ سے پاک رکھا تھا، وہ حالت ہی نہ آئی تھی کہ جس سے نماز قضا ہوتی۔ یہ ہیں حضرت سیدہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنھیں نساء عالم میں ”سیدہ طاھرہ“ کی انفرادی شان حاصل ہے۔

حضرت علی اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خصوصیات

شیر خدا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور سرکار حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے بھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوسکتے ہیں یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے گوناگوں نعمتوں سے نوازے گیے ہیں کہ کسی کو کچھ فرمایا، کسی صحابی کو کچھ فرمایا، ویسے تو صحابۂ کرام شمع رسالت کے پروانے تھے۔

ایک بار سرکار دوعالم ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ہم دنیا سے چلے جائیں گے، اور تمہارا بھی وقت آئے گا کہ تمھیں بھی دنیا سے جانا ہوگا، تمہاری طرح قیامت تک ہر دور میں ایسے مخلص ایمان والے ہوں گے کہ وہ چاہیں گے کہ ہم اپنا مال ودولت خرچ کردیں مگر نبی کریم ﷺ کی ذات کی ایک جھلک پاجائیں۔

”عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْمِنبَرَ فَقَالَ اَنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ یُصْلِحُ اللّٰہُ عَلیٰ یَدَیْہِ بَیْنَ فِئَتَیْنِ“۔(ترمذی شریف جلد دوم صفحہ۲۱۸)

ترجمہ :۔حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو بڑے

گروہوں میں صلح کرائے گا۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرْبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْحَسَنُ مِنِّیْ وَالْحُسَیْنُ مِنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ۔(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰/ص ۲۶۸، الجامع الصغیر للسیوطی ج ۱/ص ۲۳۲)

ترجمہ:۔حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حسن میرے اور حسین علی کے آئینہ ہیں۔

فضائل صحابۂ کرام:۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَاذُکِّرَ اَصْحَابِیْ فَأَمْسِکُوْا“۔(المعجم الکبیر للطبرانی جلددوم صفحہ۹۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب میرے صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا تذکرہ ہو تو نہایت احتیاط سے بولو۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ بِالْجَابِیَّۃِ فَقَالَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَامَ فِیْنَا مِثْلَ مَقَامِیْ فِیْکُمْ فَقَالَ: اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔(سنن ابن ماجہ۲۷۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ کے درمیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کے تذکرے میں میرے حقوق کی حفاظت کرنا پھر تابعین وتبع تابعین کے سلسلے میں بھی یہ طریقہ اختیار کرتے رہنا۔

عشرۂ مبشرہ

میرے رسول کریم ﷺ کا جب دریائے کرم جوش میں آیا تو جب چاہا، جس کو چاہا، جنت کی بشارت سے نواز دیا اور اس قدر نوازا کہ دس صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تو ایک ہی مجلس میں نوازا کہ فلاں جنتی ہے، فلاں جنتی ہے۔ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنے صحابہ کو کس قدر نوازا اس حدیث پاک میں ملاحظہ فرمائیں۔

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ"۔

دیکھو! دس صحابۂ کرام ہیں جن کا نام حدیث شریف میں آیا ہے کہ سرکار مصطفےٰ ﷺ نے ایک مجلس میں دس صحابۂ کرام کا نام لیا اور سب سے پہلے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ابوبکر جنتی ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، شیر خدا کے لیے فرمایا علی جنتی ہیں اور فرمایا طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں، ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہیں۔

ایک ہی مجلس میں رسول کریم ﷺ نے دس صحابہ کا نام لیا، اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان دسوں کے علاوہ اور صحابۂ کرام کو بھی جنت کی بشارت ملی ہے؟ تو جواباً فرمایا کہ باقی اور کو بھی بشارت ملی ہے، بیشک وہ بھی جنتی ہیں لیکن ان دسوں کا نام اس لیے ساتھ میں آتا ہے کہ ایک ہی مجلس میں رسول کریم ﷺ نے ان دسوں کا نام لیا تھا اور باقی کو مختلف مقام پر ذکر کیا ہے، لیکن یہ دسوں تو ایسے جلیل القدر ہیں کہ آج کتابوں میں جہاں جنتیوں کا ذکر آتا ہے تو جلی قلموں سے ان کا نام لکھا جاتا ہے "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں۔

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

پروردگار عالم ہر دور میں کچھ ایسے مردان حق شناس کو پیدا فرماتا ہے جو کہ امت مسلمہ کے بکھرے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ان کے علمی کارناموں سے اہل اسلام فیض اٹھاتے ہیں۔ ان کے وفات کیے ہوئے صدیاں گزر گئیں مگر ان کے کارنامے انھیں آج بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں اور قیامت تک زندہ رکھیں گے، انھیں شخصیتوں میں ایک شخصیت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ہے۔

نام ولقب

نعمان بن ثابت، کنیت ابوحنیفہ، لقب امام اعظم ہے۔

آپ کے لقب اور کنیت کو اتنی شہرت ملی کہ آج بہت سے لوگ آپ کا نام نہ جان کر صرف لقب اور کنیت ہی کو جانتے ہیں۔

مولد ومسکن

آپ کی پیدائش شہر کوفہ میں ۷۰ھ یا ۸۰ھ میں ہوئی، آپ صحابۂ کرام کے اخیر اور تابعین عظام کے اول دور میں پیدا ہوئے، جس وقت آپ پیدا ہوئے اس وقت کوفہ علم وفن کا عظیم مرکز تھا، آپ تابعی ہیں آپ کے زمانہ میں تقریباً ۲۰؍سے زائد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زندہ تھے، جس میں آپ نے سات صحابۂ کرام کی زیارت فرمائی اور ان سے فیوض وبرکات حاصل کیے، آپ نے جن صحابۂ کرام کی زیارت فرمائی ان کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (۴) حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

(۵) حضرت عمر بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۶) حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۷) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حصول تعلیم

ابتدائی دور میں آپ کی رغبت تعلیم کی جانب نہیں تھی اسی لیے آپ نے ابتداً اپنے آبائی پیشہ تجارت کو اختیار کیا، اور کپڑے کا ایک کارخانہ قائم فرمایا اور اپنے تجارت میں لگے رہے۔ اسی درمیان ایک دن آپ بازار جا رہے تھے راستے میں حضرت امام شعبی کا گھر پڑتا تھا اچانک امام شعبی کی نظر آپ پر پڑی انھوں نے آپ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ کس کے پاس پڑھتے ہیں، اس پر امام اعظم نے کہا کہ کسی کے پاس نہیں، امام شعبی نے کہا کہ تم میں استعداد کے جوہر نظر آرہے ہیں، علماء کے پاس بیٹھا کرو، امام شعبی کی یہ نصیحت امام اعظم کے دل میں گھر کرگئی اور پھر پوری توجہ کے ساتھ حصول علم میں لگ گیے۔

آپ ابتدا میں علم کلام کے حصول میں لگے تھے اور آپ کی پوری توجہ اسی پر ٹکی ہوئی تھی، آپ علم کلام حاصل کرتے رہے، اسی اثنا میں ایک عورت آپ کے پاس آئی اور آپ سے پوچھا کہ سنت کے طریقے پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے؟ آپ اس کو نہ بتا سکے، آپ نے مشورہ دیا کہ جا کر حماد سے پوچھو اور ہاں جو وہ جواب دیں مجھے بھی بتا دو، چنانچہ وہ عورت تھوڑی دیر میں واپس آئی اور حضرت حماد کا جواب آپ کو بتا دیا، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر مجھے بہت غیرت آئی، اور میں اٹھا حضرت حماد کے یہاں حاضر ہوا اور ان سے علم فقہ حاصل کیا، چونکہ فقہ کی ضرورت ہر خاص وعام کو پڑتی ہے اس لیے آپ نے اپنی پوری توجہ علم فقہ کی جانب مبذول کر دی اور علم فقہ حاصل کرتے رہے، چونکہ فقہ کی اساس کتاب وسنت، اجماع امت اور قیاس پر ہے اس لیے آپ نے علم حدیث کو بھی کوفہ وبصرہ کے عظیم المرتبت محدثین عظام سے حاصل کیا اور شوق طلب بڑھنے پر آپ نے حرمین شریفین کا رخ کیا اور وہاں علم حدیث حاصل کرتے رہے، سرتاج المحدثین حضرت عطا بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عکرمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مکہ مکرمہ میں علم حدیث حاصل کیا۔ حضرت عطا بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں آپ کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ ان کے اتنے قریب ہو گیے کہ وہ دوسروں کو ہٹا کر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بغل میں بٹھاتے، اس طرح امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی مکہ مکرمہ حاضر ہوتے تو آپ سے اکتساب فیض کرتے۔ علم حدیث میں آپ کے چار ہزار شیوخ بتائے جاتے ہیں۔

ایک ایمان افروز واقعہ

عصر حاضر کے غیر مقلدین اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے نہیں تھکتے ان کا یہ الزام ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے سارے مسائل صرف قیاس سے اخذ کیے ہیں اور عقل کی بنیاد پر حدیث پاک پر زیادتی کی ہے، یہ الزام کوئی نیا نہیں ہے بلکہ اس زمانے میں بھی لوگ آپ سے حسد رکھنے کی بنیاد پر اس طرح الزام لگاتے رہے اور اس کی خوب خوب تشہیر بھی کی مگر جو بھی آپ کے قریب آیا وہ آپ کا ہو کر رہ گیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اساتذہ میں سے ہیں، ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ایک ساتھی نے آپ کا تعارف کرایا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کہا وہ تمھیں ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا معاذ اللہ حدیث کو کون رد کرتا ہے، حضور اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کروں، اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا حضور مرد ضعیف ہے یا عورت۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ارشاد فرمایا عورت ہے، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا حضور مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا، ارشاد فرمایا مرد کا، عرض کیا قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دوگنا دینے کے لیے حکم کرتا۔ پھر عرض کیا حضور نماز افضل ہے یا روزہ۔ آپ نے فرمایا نماز، عرض کیا اگر قیاس سے حکم دیتا تو یہ کہتا کہ حائضہ عورت

نماز کی قضا کرے۔اس پر حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاندین اور آپ سے حسد رکھنے والے بہت تھے،ان کا یہ حسد کسی اور چیز کی بنیاد پر نہیں صرف امام اعظم کے علم وفضل کی بنیاد پر تھا۔خود امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فتنہ پردازوں کے شکار ہو چکے تھے اور آپ کو مبتدع، دین میں نئی نئی ایجاد کرنے والا کہتے تھے،مگر جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی ملاقات ہوئی اور کئی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کے فضل وکمال نے ان کو محسود بنادیا،میری بدگمانی غلط تھی اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

حضرت امام اعظم کے متعلق عبداللہ بن مبارک کی شہادت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو سیدنا امام بخاری کے استاذ ہیں وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے،ان کے سامنے کسی نے امام اعظم کی برائی کیا تو آپ نے فرمایا ان کے مثل کسی کو دکھاؤ یا تو میرا پیچھا چھوڑ دو،ہمیں عذاب میں مبتلا نہ کرو،ان کی مجلس میں میں نے بڑے بڑوں کو چھوٹا دیکھا،ان کی مجلس میں میں نے اپنے آپ کو جتنا چھوٹا دیکھا کسی کی مجلس میں نہیں دیکھتا،اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ افراط سے کام لے رہے ہیں،تو میں ابوحنیفہ پر کسی کو مقدم نہ کرتا،امام اعظم کے تعلق سے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے،مزید فرمایا کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو،خدا کی قسم ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے،وہ وہی کہتے تھے جو حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے،یہ حدیث ناسخ منسوخ کے ماہر تھے،معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو تلاش لیا کرتے تھے،امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول بھی مشہور ہے۔

"لَوْلَا اَنَّ اللّٰہَ اَغَاثَنِیْ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَسُفْیَانَ کُنْتُ کَسَائِرِ النَّاسِ". اگر اللہ تعالیٰ

نے امام اعظم اور سفیان کے ذریعہ میری مدد نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں میں سے ہوتا۔

آپ کا حج

آپ نے کل ۵۵/حج کیے، پہلا حج آپ نے اپنے والد محترم کے ساتھ ۹۶ھ میں کیا۔

بیعت

آپ نے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت حاصل کی۔

خلیفۂ منصور اور عہدۂ قضا

خلیفۂ منصور نے اپنے زمانے میں سادات کرام پر ظلم وزیادتی کی حد کردی تھی اس نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں چنوادیا تھا،اس کے ظلم وزیادتی سے تنگ آکر حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں اس کے خلاف خروج کیا انھیں بھی شکست کا منھ دیکھنا پڑا اور آپ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔پھر ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعویٰ کیا جس کی تائید بہت سارے علماء ومشائخ نے کی اور خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کی حمایت کی اگرچہ چند مجبوریوں کے تحت جنگ میں شریک نہ ہوسکے،مگر مالی امداد کی، پھر بھی منصور کے مقابلے میں انھیں بھی شکست ہوئی اور حضرت ابراہیم بھی شہید ہوئے،ابراہیم سے فارغ ہونے کے بعد جب خلیفہ منصور نے اپنا دارالخلافت بغداد میں بنایا تو منصور نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا انھیں وہ قتل کرنا چاہتا تھا،مگر اس کے لیے کسی جواز کی ضرورت تھی، یہ تو اسے معلوم تھا کہ امام اعظم اس کے حکومت کے کسی عہدے کو قبول نہیں کریں گے،اس لیے بغداد پہونچنے کے بعد آپ کے سامنے عہدہ قضاۃ پیش کیا،آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار کردیا کہ میں اس لائق نہیں ہوں،منصور جھلا کر بولا تم جھوٹے ہو،حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو ثابت ہے کہ عہدہ قضا کے لائق نہیں اور اگر جھوٹا ہوں تو جھوٹے کو عہدہ قضا نہیں سپرد کیا جاتا،اس پر خلیفہ منصور نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو

قبول کرنا ہوگا،آپ نے بھی نہ قبول کرنے کی قسم کھائی جس پر ربیع نے غصے سے کہا اے ابوحنیفہ!تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو،امام اعظم نے فرمایاہاں اس لیے کہ کفارۂ قسم میرے بہ نسبت امیر المومنین کوادا کرنا زیادہ آسان ہے،اس کے بعد منصور نے غصہ میں آکرآپ کوجیل میں ڈال دیا،اس درمیان طالبان علوم نبویہ جیل میں پہونچ کربھی آپ سے اکتساب علم کرتے رہےاورخود خلیفہ منصور بھی علمی مذاکرہ کیا کرتا تھا،جب خلیفہ کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس سے بھی امام کی شہرت ختم ہونے والی نہیں تو آپ کوجیل میں زہر دلوادیا زہر کا اثر جب آپ کو محسوس ہواتو آپ نے سجدہ کیااورسجدے ہی میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردیا"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

تجہیز وتکفین

آپ کے وصال کی خبر پورے بغداد میں جنگل کے آگ کی طرح پھیل گئی جو بھی سنتا بھاگا ہوا چلا آتا،آپ کو قاضی بغداد عمار بن حسن نے غسل دیا،اس کے بعد جم غفیر اکٹھا ہوا،پہلی بار آپ کے نماز جنازے میں کل پچاس ہزار افراد نے شرکت کی اورلوگوں کے آنے کا سلسلہ ہنوز جاری تھا،آپ کی نماز جنازہ کل چھ بار پڑھی گئی،اخیر میں آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اورآپ کی وصیت کے مطابق آپ کو خیزران کے قبرستان میں عصر کے وقت کے قریب دفن کیا گیا،آپ کا مزار مقدس زیارت گاہ خاص وعام ہے،اورلوگ اس وقت سے لے کراب تک فیوض وبرکات حاصل کررہے ہیں۔آپ کے مزار پاک کے متعلق علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشادفرماتے ہیں:

"اِعْلَمْ اَنَّہٗ لَمْ یَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَذُوُالْحَاجَاتِ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَہٗ وَیَتَوَسَّلُوْنَ عَنْہُ فِیْ قَضَاءِ حَوَائِجِھِمْ وَیَرُوْنَ نَھْجَ ذٰلِکَ مِنْھُمُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِ
(اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَانُ صفحہ ۶۹)

یعنی جان لے کہ علماءاورصاحب حاجات امام صاحب کی قبرکی زیارت کرتے رہےاورقضاء

حاجات کے لیےآپ کووسیلہ پکڑتے رہےاوراپنی حاجتوں کوپورا ہوتا دیکھتے رہے،ان علماء میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں۔

سلطان الپ ارسلاں سلجوقی نے ۲۰۹ھ میں آپ کے مزار پاک پرایک عالی شان گنبد بنوایا اورقریب ہی ایک مدرسہ مشہدامام اعظم کے نام سے قائم کیا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ۹۳ھ میں ہوئی۔

نام ولقب

آپ کا نام مالک،کنیت ابوعبداللہ اورلقب امام دارالہجرت ہے۔

آباواجداد

آپ کے والد کا نام انس،آباءواجداد کا اصل وطن یمن تھا سب سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پردادا ابوعامر مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہوئے۔

تحصیل علم

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آنکھ کھولی تو مدینہ طیبہ باغ وبہارتھا آپ کا گھرانہ خودعلوم کا مرجع تھا،آپ نے قرآن مجید کی قرأۃ وسند مدینہ طیبہ کے امام القرأۃ نافع بن عبدالرحمٰن متوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی۔زمانۂ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھامکان کی چھت توڑکراس کی لکڑیوں کوفروخت کرکے مصارف ضروریہ پرخرچ کرتے تھے۔علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ نوسو سے زائد شیوخ سے علم حاصل کی۔

قوت حافظہ

آپ کا حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کرلیا اس کو پھر نہیں بھولا۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ اب لوگوں کا حافظہ کمزور ہوگیا میں متعدد اساتذہ کی خدمت میں جاتا رہا اور ہر ایک سے پچاس سے لے کر سو حدیثوں تک سنتا اور سب کی حدیثوں کو محفوظ کر لیتا۔ روایتوں میں اختلاف بالکل نہ ہوتا۔

درس و تدریس

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کے جانشین حضرت نافع ہوئے ان کی وفات کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے قائم مقام ہوئے۔ سترہ برس کی عمر میں اس مسند کو رونق بخشی تقریباً ۶۲ رسال مسلسل فقہ، افتاء، تدریس وتحدیث میں مشغول رہے جب حدیث پاک سننے اور سنانے کا وقت آتا تو پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے، بالوں میں کنگھی کرتے اور خوشبو لگاتے، اس اہتمام کے بعد باہر تشریف لاتے اور جب تک حدیث پاک کی مجلس باقی رہتی برابر عود ولوبان کی دھونی ہوتی رہتی۔

قیام گاہ

ذاتی مکان تو طلب علم کے شوق میں فروخت ہی کر دیا تھا کوئی مکان نہ تھا کرایہ کے مکان میں رہتے تھے جو کسی وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا اور مسجد نبوی شریف میں اس جگہ بیٹھتے تھے جہاں امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جائے نشست تھی اور یہ وہی جگہ تھی جہاں اعتکاف کے وقت حضور اقدس ﷺ کا مبارک بستر بچھایا جاتا تھا۔

حب رسول اور تعظیم و توقیر حدیث

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا درس جاری تھا ایک بچھو نے نیش زنی شروع کی اور سولہ مرتبہ ڈنک مارا، آپ کا چہرہ بار بار متغیر ہو جاتا تھا مگر آپ نے حدیث کو قطع نہ فرمایا جب مجلس ختم ہوگئی اور سب آدمی چلے گئے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت وقوت کی بنا پر نہ تھا بلکہ پیغمبر اعظم ﷺ کی حدیث پاک کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوجود ضعف و کبرسنی کے مدینہ طیبہ میں کبھی سوار نہ ہوتے کہ جس ارض مقدس میں جسم اطہر مدفون ہو اس میں سوار ہونا شان محبت وادب کے خلاف ہے۔

وفات

تاریخ وفات میں اختلاف ہے لیکن علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی نے تحریر فرمایا ہے کہ یکشنبہ کو مریض ہوئے بائیسویں دن یکشنبہ ۱۷۹ھ کو ربیع الاوّل شریف کے مہینہ میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

فضائل ومناقب حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ولقب

آپ کا اسم گرامی محمد، کنیت ابوعبداللہ ہے شافعی کے نام سے مشہور ہیں اور والد گرامی کا نام ادریس ہے۔

سلسلۂ نسب

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبدمناف بن قصی بن کلاب القرشی المطلبی المکی الشافعی

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں بمقام شہر غزہ علاقۂ عسقلان میں ہوئی۔ دنیائے علم وفن کا یہ عجیب اتفاق ہے کہ ایک امام (ابوحنیفہ) دنیا سے رخصت ہوا اور دوسرے امام (محمد بن ادریس شافعی) نے بساطِ ہستی میں ظہور فرمایا۔

حضرت امام شافعی جس وقت شکم مادر میں تھے ان کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے خواب دیکھا کہ میرے جسم سے ستارۂ مشتری نکلا اور مصر میں جا کر گرا پھر ہر شہر میں اس کے ٹکڑے منتشر ہوگیے، معبرین خواب نے تعبیر بیان کی کہ ان کے بطن سے ایک ایسا بے نظیر عالم پیدا ہوگا جس کا علم مصر میں عام ہوگا اور وہاں سے اسلامی بلاد وامصار میں پھیلے گا۔ (وفیات الاعیان جلد نمبر۲ صفحہ نمبر۳۱۲)

ولادت کے بعد یا اس سے پہلے ہی آپ کے والد نے وصال فرمایا، کفالت کی ساری ذمہ داریاں والدہ کے سر آئیں، جب دو سال کے ہوگیے تو والدہ انھیں لے کر مکہ مکرمہ آئیں اور وہاں سے اپنے وطن یمن لے گئیں، جہاں امام صاحب نے بچپن کے آٹھ سال گزارے اور وہیں تحصیل علم کی ابتداء کی۔

تحصیل علم

قدرت نے آپ کو ایسا بے نظیر حافظہ اور اعلیٰ ذہن عطا فرمایا تھا کہ جو کچھ پڑھتے ذہن میں محفوظ ہو جاتا۔ چنانچہ سات سال کی عمر میں قرآن کریم کا حفظ مکمل کر لیا اور دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالک زبانی یاد کر لی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ''بچپن میں میری ساری توجہ دو باتوں کی طرف تھی، تیر اندازی اور تحصیل علم۔ تیر اندازی میں مجھے اتنی مہارت ہوگئی تھی کہ دس میں دسوں نشانہ صحیح بیٹھتا تھا اسی زمانہ میں گھوڑے کی سواری کا شوق تھا اور تیر اندازی وشہ سواری کے موضوع پر کتاب السبق والرمی لکھی جو اپنے موضوع پر پہلی کتاب تھی۔ (تہذیب التہذیب جلد نہم صفحہ ۲۶)

دس سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ کو نسبی شرافت کے زائل ہونے کا اندیشہ ہوا اور آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آگئیں جہاں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ مکہ مکرمہ اس وقت علم کا زبردست مرکز تھا، آپ نے انساب کی تعلیم کا ارادہ کیا اور دوسرے علوم وفنون کی تحصیل کی جانب رغبت پیدا ہوئی مگر تہی دست یتیم کے پاس معلمین اور اساتذہ کو دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا حتیٰ کہ کاغذ تک میسر نہ آتا جو کچھ سنتے اسے ہڈیوں اور پتوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔ عربیت اور شعر وسخن کا ذوق پیدا ہوا تو بنی ہذیل میں رہ کر ان کی زبان وکلام میں ملکہ پیدا کیا۔ ہذیلیوں کے دواوین انھیں زبانی یاد تھے۔ اصمعی جیسے مستند صاحب ادب ولغت کا بیان ہے کہ ''میں نے محمد بن ادریس نامی ایک قریشی نوجوان سے ہذیلیین کا دیوان پڑھا''۔ (مناقب امام شافعی ص۵۳)

بنی ہذیل کی مجالست میں حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعری ذوق بھی پروان چڑھا اور وہ عربی زبان کے قادر الکلام اور فصیح اللسان شاعر بن گیے۔ آپ کا دیوان شرح کے ساتھ مصر میں ۱۹۶۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔

مکہ ہی میں اپنے چچا محمد بن شافع اور فقیہ مکہ مسلم بن خالد زنجی کی درسگاہ سے کسب فیض کرنے لگے، مسلم بن خالد زنجی بڑے جوہر شناس تھے، امام صاحب کی ذہانت وذکاوت اور قوت حفظ کی وجہ سے بے حد مانوس ہوگیے، کامل تین برس تک ان سے حدیث وفقہ کی تکمیل کی۔ مجلس درس میں امام مالک کا اکثر وبیشتر تذکرہ ہوتا۔ چنانچہ دل میں زیارت کا شوق پیدا ہوا، شیخ سے اظہار ارادہ کیا تو انھوں نے امام مالک کی خدمت میں سفارشی خط لکھا کہ جس نوخیز جوان کو میں خدمت اقدس میں بھیج رہا ہوں وہ آپ کے فیض وبرکات کا واقعی مستحق ہے اور اس میں غیر معمولی صلاحیتیں موجود ہیں۔ بعض تذکروں میں یہ صراحت ہے کہ یہ خط امیر مکہ نے امیر مدینہ کی وساطت سے امام مالک کی خدمت میں بھیجا تھا، زاد سفر کے لیے سرمایہ نہ تھا کسی نے اعانت کی اور آپ مدینہ منورہ پہونچے امام مالک کی بارگاہ میں خط پیش کیا خط پڑھ کر آپ نے فرمایا ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَصَارَ عِلْمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یُوْخَذُ بِالْوَسَائِلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ''۔ رسول

اللہ ﷺ کا علم وسیلوں اور سفارشوں سے حاصل کیا جانے لگا ہے۔امام شافعی نے معذرت پیش کی اپنے حالات اور شوق علم کو خوبی سے بیان کیا کہ امام مالک متاثر ہوئے۔ پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ جواب دیا محمد بن ادریس۔ فرمایا ”یَا مُحَمَّدُ اِتَّقِ اللّٰہَ وَاجْتَنِبِ الْمَعَاصِیَ فَاِنَّہٗ سَیَکُوْنُ لَکَ شَانٌ مِّنَ الشَّانِ“. محمد اللہ سے خوف کرو اور گناہوں سے بچو کیوں کہ تم بہت باحیثیت انسان ہوگے۔اس کے بعد امام شافعی امام مالک کے حلقۂ درس میں شریک ہوکر مؤطا کی زبانی قرأت کیا کرتے اور کچھ دنوں میں مؤطا کا درس تمام ہوا مگر آپ امام مالک کی وفات ۱۷۹ھ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے، امام شافعی نے آٹھ ہی ماہ میں امام مالک کی مجلس میں گزارے اور ان کی علمی برکتوں سے خوب خوب فیض اٹھایا اور ان کے علمی احسانات کے معترف رہے۔ فرماتے تھے ”مَالِکٌ مُعَلِّمِیْ وَاُسْتَاذِیْ وَمِنْہُ تَعَلَّمْنَا الْعِلْمَ وَمَااَحُدٌ مَّنَّ عَلَیَّ سِوَا الْمَالِکِ وَجَعَلْتُ مَالِکاً حُجَّۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ اللّٰہِ“. مالک میرے معلم اور میرے استاذ ہیں میں نے علم انھیں سے سیکھا ان سے زیادہ مجھ پر کسی کا احسان نہیں میں نے ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنایا ہے۔ (الدیباج المذہب صفحہ ۲۲۸)

خود امام مالک امام شافعی کے فہم وذکاء اور طباعی کی تعریف کیا کرتے تھے فرماتے تھے ”اِنْ یَّکُ اَحَدٌ یُفْلَحُ فَھٰذَا الْغُلَامُ“ یہ لڑکا یقیناً کامیاب ہوگا۔

نجران کی گورنری

مدینہ سے واپس مکہ مکرمہ لوٹے جہاں شیوخ علم کی بارگاہوں میں جاتے آتے رہے مگر معاش کی فکر دامن گیر رہی، والی یمن مکہ آیا عمائدین قریش نے آپ کی اہلیت اور استحقاق بیان کرکے کسی منصب کی سفارش کی، چنانچہ اس نے آپ کے لیے سرکاری خدمت تفویض کی جس کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیں، والی یمن نے خوش ہوکر نجران کا گورنر مقرر کردیا بہت جلد حسن انتظام اور عدل وانصاف کی بدولت مشہور ہوگیے، اور عوام وخواص کے دلوں میں جگہ بنالی، جامعیت علم عدل وانصاف کے چرچے عام ہوئے، آپ کا ایک حلقۂ اثر بن گیا جس سے والی

یمن کو اندیشہ لاحق ہوا اور اس نے خلیفہ ہارون رشید کو شکایتی خط لکھا کہ ”محمد بن ادریس شافعی سادات کے ساتھ مل کر حکومت کے خلاف سازش کررہے ہیں ان کا یہ عمل عباسی اقتدار کے لیے باعث تشویش ہے“ ہارون رشید ناراض ہوا اور حکم دیا کہ امام شافعی اور ان کے حلقہ بگوشوں کو گرفتار کرکے دارالخلافہ بھیج دیا جائے اسیروں کا یہ قافلہ رقہ میں ہارون رشید کے سامنے پیش ہوا، اس نے تمام قیدیوں کو قتل کردینے کا حکم صادر کیا، جب امام شافعی کی باری آئی تو امام صاحب نے اپنی بے گناہی بیان کی اسی وقت امام محمد بن حسن شیبانی دربار میں پہونچے اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علمی فضائل اور ان کی بے گناہی بیان کی، ہارون رشید نے آپ کو امام محمد کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ میں ان کے معاملہ میں غور کروں گا اور پھر خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے درگذر کیا۔ یہ واقعہ ۱۸۴ھ کا ہے۔اس احسان کے بعد امام شافعی امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کسب علم میں مصروف ہوگیے جس نے ان کے فقہی ذوق اور قوت اجتہاد کو جلا بخشی۔ حضرت امام محمد مالی اعانت بھی کیا کرتے تھے۔امام شافعی امام محمد سے تحصیل علم کا ذکر کرتے ہیں۔

امام محمد کی خلیفہ کے یہاں بڑی قدر ومنزلت تھی میں امام محمد کے پاس آمد ورفت کرنے لگا اور میں نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ یہ فقہ میں اس وقت سب سے بہتر ہیں بس میں تو انھیں کا ہوکر رہ گیا، ان کی کتابیں نقل کیں اور ان حضرات کے نظریات واقوال پر مطلع ہوا اور جب امام محمد مجلس سے چلے جاتے تو میں ان کے اصحاب سے بحث ومباحثہ بھی کرتا تھا، امام محمد نے ایک روز فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مباحثہ کرتے ہو، آؤ آج میرے ساتھ بھی شاہد ویمین کے مسئلہ پر بحث کرو، مجھ کو ادب مانع ہوا انکار کیا، تو بڑے اصرار سے مجھ کو مجبور کیا تو میں نے اس مسئلہ میں گفتگو کی جسے امام محمد نے پسند کیا اور ہارون رشید سے بھی اس کا تذکرہ کیا، خلیفہ ہارون رشید نے بھی پسند کیا اور اپنے پاس آمد ورفت کا موقع دیا، اس طرح خصوصی تعلق قائم ہوگیا۔ (توالی التاسیس ص ۶۹)

امام شافعی حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمذ پر فخر کیا کرتے تھے اور ان کی حدیث وفقہ سے استفادۂ کثیر کا ذکر اس طرح کیا کرتے: ”اِنِّیْ لَاَعْرِفُ الْاُسْتَاذِیَّۃَ عَلَیَّ لِمَالِکٍ ثُمَّ

لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ "۔ میں امام مالک پھر امام محمد کے استاذ ہونے کو تسلیم کرتا ہوں۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ صیمری ص۱۲۴)

میں نے امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ایک اونٹ کے بار برابر حدیثیں لکھی ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو علم میں میری زبان نہ کھلتی تمام اہل علم فقہ میں اہل عراق کے عیال ہیں اور اہل عراق اہل کوفہ کے عیال ہیں اور اہل کوفہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عیال ہیں۔ (ایضاً)

شیوخ وتلامذہ

امام شافعی کا علمی سفر بغداد میں ختم ہوا آپ نے امت کے جن اکابرین علم سے فیض پایا ان میں چند اہم نام یہ ہیں: مسلم بن خالد زنجی، مالک بن انس، ابراهیم بن سعد، سعید بن سالم قداح، عبد الوهاب ثقفی، ابن علیّه، ابن عیینة، ابوحمزه، حاتم بن اسمٰعیل، ابراهیم بن محمد بن ابی یحیٰ، اسمٰعیل بن جعفر، محمد بن خالد جندی، عمربن محمد بن علی بن شافع، عطاف بن خالد مخزومی، هشام بن یوسف صنعانی، امام محمد بن حسن شیبانی۔ (تہذیب التہذیب ج۹ص۲۳)

تلامذہ میں حضرت امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، مزنی وغیرہ قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے اکتساب علم کیا۔

علم وفضل

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو قدرت نے ذہن رسا، قوی حافظہ، فہم وفراست، باریک بینی اور ژرف نگاہی کی دولت سے سرفراز کیا تھا۔ انھوں نے اسی خداداد علمی استعداد کے ساتھ تحصیل علم کے میدان میں قدم رکھا، نامساعد حالات اور صبر آزما مشکلات میں علوم وفنون کی

تحصیل سے کبھی غافل نہ رہے، ساتھ ہی ساتھ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، یمن اور عراق کے شیوخ و اساتذہ کی بارگاہوں سے بھی کسب فیض کا موقع میسر آتا رہا اور سفر علم کی تکمیل بغداد میں امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں ہوئی۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ عربیت، شعروسخن، فصاحت وبلاغت قرآن وحدیث، فقہ واجتہاد، انساب میں کمال رکھتے تھے۔ آثار صحابہ، اختلاف اقاویل علماء نیز تمام علوم وفنون کے جامع تھے۔ ایک مجتہد مطلق کے لیے جو علمی خصوصیات اور تبحر علمی ناگزیر ہے ان سے وہ مالا مال تھے۔

وفات

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی وفات آخر رجب المرجب ۲۰۴ھ مصر میں ہوئی اور اسی مقام پہ سپرد خاک کیے گیے۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت ربیع الاوّل ۱۶۴ھ میں بغداد میں ہوئی۔

نام وقبیلہ

احمد بن محمد حنبل، کنیت ابوعبداللہ۔ آپ خالص عربی النسل ہیں اور قبیلہ شیبان سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے شیبانی بھی آپ کو کہا جاتا ہے۔ عہد صدیقی کے مشہور سپہ سالار مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی شیبانی تھے

طلب علم

سب سے پہلے بغداد کے علماء وشیوخ سے علم حاصل کیا پھر کوفہ، بصرہ، یمن، شام، حرمین

شریفین وغیرہ کا سفر کیا اور ہر جگہ کے نامور محدثین سے استفادہ کیا۔ امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے مجھے حدیث کا علم امام ابو یوسف ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے، تو فرمایا کہ امام محمد کی کتابوں سے۔

درس وتدریس

چالیس سال کی عمر تقریباً ۲۰۴ھ میں حدیث پاک پڑھانا شروع کیا تو سامعین وطالبین کا بکثرت ہجوم ہوتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سامعین کی تعداد پانچ پانچ ہزار ہوتی جن میں سے پانچ سو لکھنے والے ہی ہوتے تھے، ان کی مجلس درس بڑی سنجیدہ اور باوقار ہوتی تھی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیام مصر کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے امام احمد بن حنبل کو سلام کہلایا اور خلق قرآن کے مسئلہ میں ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس خواب کو لکھ کر امام احمد بن حنبل کے پاس بھیج دیا، امام احمد بن حنبل اس کو پڑھ کر بے حد مسرور ہوئے اور اپنا کرتا اتار کر قاصد کو بطور انعام بخشا وہ شخص مصر پہونچا تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں تم کو یہ تکلیف دینا نہیں چاہتا کہ یہ کرتا تم مجھے دیدو البتہ یہ چاہتا ہوں کہ اس کو پانی میں بھگو کر نچوڑ کر مجھے دیدو تاکہ میں اسے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھوں۔ سبحان اللہ!

خلق قرآن کا مسئلہ

سب سے پہلے جس شخص نے قرآن کو مخلوق کہا وہ جعد بن درہم عہد اموی کا ایک فرد تھا جس کو خالد بن عبد اللہ قریشی نے قتل کر دیا تھا۔ پھر جہم بن صفوان بھی صفات باری تعالیٰ کا منکر ہوا اور صفت کلام کا انکار بھی کرتا تھا۔ یہ بھی کہتا تھا کہ قرآن مجید قدیم نہیں مخلوق ہے اس کے بہت سے عقائد باطلہ ہیں جن کی بناء پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے مناظرہ

فرمایا اس کے پاس دلائل تو تھے نہیں صرف ظن وتاویلات فاسدہ تھیں ضد وعناد پر قائم رہا۔ تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اخرج عنی یا کافر" اے کافر میرے پاس سے نکل جا۔

ابن مبارک سے منقول ہے کہ یہود ونصاریٰ کے قول کو نقل کرنا ہم پر اتنا گراں نہیں ہوتا جتنا جہم بن صفوان کا قول نقل کرنا ہم پر شاق ہوتا ہے، بالآخر وہ قتل کیا گیا۔

پھر معتزلہ کا دور شروع ہوا اور انھوں نے بھی صفات باری تعالیٰ کا انکار کیا اور "کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسیٰ تَکْلِیْماً" کی یہ تاویل کی کہ اللہ نے جس طرح دوسری مخلوق کو پیدا کیا اسی طرح کلام کو بھی پیدا کیا۔ معتزلہ کی تحریک ہارون رشید کے زمانہ ہی سے شروع ہوگئی تھی، لیکن وہ اس سے متاثر نہ ہوا، مصری علماء میں بشر بن غیاث البتہ معتزلہ کی طرف مائل ہوگیا۔ یہ امام ابو یوسف کے شاگرد تھے، امام ابو یوسف نے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا تو اپنی مجلس سے نکلوا دیا۔ بشر کے عقائد کا علم ہارون رشید کو ہوا تو اس کے قتل کا ارادہ کیا مگر ان کے دور میں وہ روپوش ہوگیا۔ احمد بن داؤد معتزلی پر ان تمام مظالم کی اور فتنہ کی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، مامون کو اسی نے خلق قرآن کے مسئلہ میں زیادہ تشدد پسند بنا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مامون نے اس کو اپنا مشیر بنا لیا تھا تمام احکامات اسی کے اشارے پر دیئے جاتے تھے۔ معتزلہ نے مامون کے دماغ میں یہ بات اتار دی تھی کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہہ کر ہی خدا کا شریک قرار دیا تھا لہٰذا قرآن کلام اللہ غیر مخلوق کہنے سے بھی لوگ خدائی میں شریک ہونے لگیں گے۔ مامون نے تمام علماء ومحدثین پر داداگیری کا سلسلہ اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کے ذریعہ قائم کیا تھا، اس نے ۲۱۸ھ میں والی بغداد اسحاق بن ابراہیم کے نام مفصل فرمان بھیجا جس میں ان تمام لوگوں کی سخت مذمت کی، حقارت آمیز تنقید کی جو خلق قرآن کے عقیدہ کو قرآن کی عظمت کے منافی سمجھتے تھے۔ اور ان کو شرارامت قرار دیا اور اس فرمان کی نقلیں تمام صوبوں میں پہونچا دی گئیں۔ فرمان شاہی کی تعمیل میں اسحاق نے تمام علماء کو جمع کیا اور امام احمد بن حنبل ان کے مقتداو پیشوا تھے سب

سے سوالات کے جوابات لیے۔

امام احمد بن حنبل سے سوال کیا: قرآن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد بن حنبل نے جواب دیا: کلام الٰہی ہے۔ اس نے پھر پوچھا: کیا وہ مخلوق ہے؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: کلام الٰہی ہے اور میں اس سے زیادہ کچھ اور کہنے کو تیار نہیں ہوں۔

اسحاق نے کہا خدا کے مشابہ تو کوئی چیز نہیں ہوسکتی؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں بھی جانتا ہوں "لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ" اسحاق نے کہا خدا کے سمیع وبصیر ہونے کا کیا معنیٰ ہیں؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا اس نے جیسا اپنا وصف بیان کیا ویسا ہی ہے۔ اسحاق نے کہا اس کے کیا معنیٰ؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں نہیں جانتا! وہ ویسا ہی ہے جیسا اپنا وصف بیان کیا۔ اسحاق نے دوسرے علماء کے جوابات کے ساتھ امام احمد بن حنبل کا جواب قلم بند کر کے بھیج دیا۔

مامون اس کو پڑھ کر سخت برافروختہ ہوا، ان میں سے دو کے قتل کا حکم دیا اور لکھا کہ بقیہ میں سے جس کو اپنی رائے پر اصرار ہو ان کو میرے پاس بھیج دیا جائے، بات بالکل صاف ہے کلام صفت متکلم کی ہے جب متکلم قدیم ہے تو کلام بھی قدیم ہی ہوگا اس کے خلاف جو رائے ہوگی وہ غلط ہوگی علماء بھلا غلط کیوں کر تسلیم کر سکتے تھے چنانچہ ان علماء کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں مامون کے پاس روانہ کر دیا گیا جب یہ لوگ مقام رقبہ پہونچے تو مامون کے انتقال کی خبر ملی۔

مامون نے اپنے جانشین معتصم کو وصیت کی تھی کہ قرآن کے بارے میں اس کے مسلک وعقیدے پر قائم رہے۔ چنانچہ اس نے وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ اس ابتلاء میں بہت سے علماء ظلم وستم اور مصائب وآلام کے شکار ہوئے اور تختۂ دار پر چڑھائے گیے۔ مامون ہی نے دو کے قتل کا حکم دیدیا۔ امام شافعی کے شاگرد فقیہ بویطی کو قید وبند کی سختیاں جھیلنی پڑیں جیل خانہ ہی میں ان کی وفات ہوئی، اسی طرح نعیم بن حماد بھی جیل ہی میں دار بقا کو رحلت کر گیے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت محدثین کے امام، سنت وشریعت کے امین نے صبر واستقلال، شجاعت اور جرأت

وعزیمت کا جو بہترین نمونہ پیش فرمایا وہ بہترین شاہکار ہے امام صاحب کو کوفہ سے بغداد لایا گیا، تین دن مسلسل مناظرہ کیا گیا، چونکہ آپ ایک مرکزی ہستی تھے اس لیے معتزلہ کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح آپ سے منوالیا جائے، معتزلہ کو جو بڑا دعویٰ تھا لیکن جو سامنے آتا **فبھت الجبائی** کا مصداق ہوجاتا یعنی سب ساکت وحیران ہوجاتے۔

جب آپ کو معتصم باللہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے عبدالرحمٰن بن اسحاق کو مناظرہ کا حکم دیا جس نے آپ سے پوچھا کہ آپ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں یا غیر مخلوق؟ امام نے فرمایا پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم اللہ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق۔ عبدالرحمٰن خاموش ہوگیا اسی طرح دوسرے معتزلی بھی آئے لیکن سب حیران وششدرہ جاتے، بالآخر معتصم باللہ نے تنہائی میں بلایا اور سمجھایا، امام نے فرمایا ادھر ادھر کی باتیں چھوڑیئے کتاب وسنت سے بات کیجیے۔

اس پر معتصم باللہ کو غصہ آگیا اور حکم دیا کہ پوری قوت کے ساتھ کوڑے مارئے جائیں، ۲۸ر کوڑے لگائے گیے، ایک تازہ دم جلاد صرف دو کوڑے لگاتا پھر دوسرا آجاتا اور معتصم باللہ ہر بار کہتا خوب زور سے کوڑے لگاؤ۔

پہلے کوڑے پر **بسم اللہ** اور دوسرے کوڑے پر **لاحول ولا قوة الاباللہ**، تیسرے کوڑے پر "**القرآن کلام اللہ غیر مخلوق**" چوتھے پر "**لن یصبنا الا ما کتب للہ لنا**" اسی طرح ہر کوڑے پر کوئی نہ کوئی آیت پڑھتے تھے اسی حالت میں کمر بند ٹوٹ گیا ہاتھ بندھے ہوئے تھے آپ نے آسمان کی طرف منھ کر کے دعا کی "الٰہی تو جانتا ہے میں حق پر ہوں بے ستری سے حفاظت فرما" پاجامہ وہیں رک گیا اور آپ بیہوش ہوکر گر پڑے۔

آپ بار بار کہتے تھے کہ اللہ میں نے معتصم کو معاف کیا۔ کسی نے بغداد میں اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ قیامت کے دن حضور ﷺ کے کسی رشتہ دار کا دامن میرے ہاتھ میں ہو، معتصم حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تھے یعنی ان کا عقیدہ غلط تھا اس کا اظہار بھی ضروری تھا اس لیے کہ دین کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہیں

اس کے عقیدے کی خرابی کو بیان کرنا بھی حضور ﷺ ہی کی محبت میں ہے اور اس کے قصور کو معاف کرنا بھی حضور ﷺ کی عقیدت و محبت میں ہے۔ سبحان اللہ! یہ تھی محبت اور دین کی اتباع۔ معتصم نے جیل سے بلا کر امام احمد بن حنبل کو سمجھانے کی سعی لا حاصل کی جب دیکھا کہ امام کسی طرح نہیں مانتے تو جیل سے رہا کر دیا۔

زہد وتقویٰ

محمد بن موسیٰ کا بیان ہے کہ مصر کے حسن بن عبدالعزیز کے پاس ایک لاکھ اشرفیاں میراث میں آئیں اس نے تیس تھیلیاں جن میں سے ہر ایک کے اندر ہزار اشرفیاں تھیں امام کے پاس بھیجا اور کہا کہ یہ مال حلال میراث ہے اسے قبول فرمالیجیے لیکن قبول نہ فرمایا اور کہا مجھ کو حاجت نہیں۔

عبدالرحمٰن بن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کو یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا کہ یا اللہ! جس طرح تو نے میری پیشانی کو غیر کے سجدے سے بچایا اسی طرح اپنے غیر کے سوال سے بھی بچا۔

شیوخ وتلامذہ

ابن جوزی نے شیوخ کی تعداد سو سے زائد بتائی ہے قاضی ابو یوسف، وکیع، یحییٰ بن سعید قطان، سفیان بن عیینہ، امام شافعی وغیرہم، امام شافعی کے علاوہ یہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور امام شافعی شاگرد کے شاگرد ہیں۔ علامہ ذہبی نے تلامذہ میں بخاری و مسلم، ابوداؤد، عبداللہ بن احمد وغیرہم اور ان کے علاوہ جن میں بڑے بڑے ائمہ فن شامل ہیں کو شمار کرایا ہے۔

وفات

۱۲/ربیع الاول ۲۴۱ھ کو حامی سنت، ماحی بدعت امام المحدثین اس دار فانی کو چھوڑ کر عازم

ملک جاودانی ہوگیے۔ نور اللہ مرقدہٗ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

فضائل اولیاء کرام

اللہ کے نیک بندے حاجت روائی فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ لِلّٰہِ عِبَاداً اِخْتَصَّھُمْ بِحَوَائِجِ النَّاسِ، یَفْزَعُ النَّاسُ اِلَیْھِمْ فِیْ حَوَائِجِھِمْ اُولٰئِکَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ"۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲ ص ۲۷۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے۔ گھبرائے ہوئے لوگ اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: اِنِّیْ لَاَھُمُّ بِاَھْلِ الْاَرْضِ عَذَاباً، فَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰی عُمَّارِ بُیُوْتِیْ الْمُتَحَابِّیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ صَرَفْتُ عَذَابِیْ عَنْھُمْ"۔ (شعیب الایمان للبیہقی جلدششم صفحہ ۵۰۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں، لیکن جب ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے گھر کو آباد کرنے والے، اور میرے لیے باہم محبت رکھنے والے، اور پچھلی راتوں میں استغفار کرنے والے ہیں تو اپنا عذاب ان سے پھیر لیتا ہوں۔

صالحین کے طفیل بلائیں دور ہوتی ہیں

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

قرآن پڑھنے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔(۱) ایک وہ ہے جو اس کے ذریعہ بادشاہوں کے یہاں عزت کے خواہاں اور لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے درپے رہا۔(۲) دوسرا وہ ہے جو قرآن عظیم کو اچھی آواز اور خوب ادائیگی کے ساتھ پڑھتا رہا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا۔ان دونوں قسموں کے لوگ بہت ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ نہ کرے۔

(۳) تیسرا وہ شخص ہے جس نے قرآن عظیم پڑھا اور اس کی دوا کو اپنے دل کی بیماری کا علاج بنایا، اور اس نے اپنی رات جاگ کر اور اپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا، اور اپنی مسجدوں میں قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیا، اور اپنی زاہدانہ ٹوپیاں پہنے اور نرم آواز سے اس کے پڑھنے میں روئے، تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل اللہ تعالیٰ بلا دفع فرماتا ہے، اور دشمنوں سے مال و دولت وغنیمت دلاتا ہے، اور آسمان سے مینھ برساتا ہے خدا کی قسم! قاریان قرآن میں ایسے لوگ گردسرخ سے بھی کمیاب ہیں۔

اہل اللہ کا ذکر

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو ہمارے چاہنے والے ہوں گے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے مخلص رہے کہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔حال ہی میں بمبئی کے قریب دھانو میں ایک مرتبہ میلاد شریف کا پروگرام رکھا گیا تو میں وہاں گیا اور مسجد میں ایک درویش کامل کی زیارت ہوئی، ان کا حال ہم نے دیکھا کہ جب صلاۃ وسلام کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ بزرگ انتہائی گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے ہم نے صلاۃ وسلام کے وقت دیکھا کہ ایک گوشہ میں ایک دیوار کو پکڑے رو رہے ہیں۔نبی کریم ﷺ کی ایسی یاد انھیں آئی کہ جانے کب تک روتے رہے انھیں کو میں نے رات میں دیکھا کہ وہ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں اور نہ جانے کب سے ان کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہیں، اسی عالم میں نماز فجر تک ان کو میں نے پایا اور جب لوگ مسجد میں آنے لگے تو دوسرے عالم میں ہوگیے۔

ہمیں بتانا یہ ہے کہ جو واقعی اہل اللہ ہوتے ہیں ان کا کاسۂ دل عشق رسالت سے لبریز ہوا کرتا ہے۔اور واقعی ایسے مخلص بندگان مومن کو دیکھ کر نبی کی یاد تازہ ہوجایا کرتی ہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

سلطان المشائخ شیخ طریقت، امام شریعت، شرف زہاد، فخر عباد سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اولیاء عالم کے سردار اور وہ مقدس ہستی ہیں جنھوں نے حضور سرور کونین ﷺ کی شریعت کو زندہ اور روشن کر کے آپ کی نیابت کا پورا حق ادا کیا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی روحانی طاقت اپنی ہمت، اپنے استقلال اور اپنے قلب کی نورانیت کو دین اسلام کی خدمت اور اللہ کے محبوب ﷺ کی شریعت کی اشاعت میں صرف کر کے دنیائے اسلام پر احسان عظیم فرمایا۔آپ نے اپنے ارشادات وفیوض سے انسانی قلوب کی ظلمتوں کو ضیا بار فرمایا۔

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک بروز جمعہ ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۵ء کو گیلان میں ہوئی۔(سیرت غوث اعظم ص ۲۴)

نام ولقب

آپ کا نام نامی واسم گرامی سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہے۔

آپ کی کنیت ابومحمد اور لقب محی الدین، محبوب سبحانی ہے۔

آپ کے والد ماجد کا اسم شریف سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر فاطمہ ہے۔(خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل صفحہ ۹۴)

آپ چونکہ نجیب الطرفین ہیں، والد ماجد کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حسینی ہیں۔جسکی تفصیل اس طرح ہے۔

نسب نامہ شریف حسنی منجانب والد ماجد:

حضرت سید عبدالقادر بن سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابوعبداللہ بن سید یحیٰ زاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ ثانی بن سید عبداللہ محض بن سید حسن مثنیٰ بن سرکار امام حسن بن امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

نسب نامہ شریف حسینی منجانب والدہ ماجدہ:

حضرت ام الخیر فاطمہ بنت سید عبداللہ الصومعی بن ابو جمال الدین بن سید محمد بن سید ابوالعطاء بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید علاؤ الدین الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء سرکار امام حسین بن سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (سیرت غوث اعظم ص ۱۷)

عہد طفلی کے حالات

آپ کی طرف ابتداء ہی سے خداوند قدوس کی رحمتیں متوجہ تھیں پھر آپ کے مرتبۂ فلک وقار کو کون چھو سکے یا اس کا اندازہ لگا سکے۔ چنانچہ آپ نے خود اپنے بچپنے کے واقعات کی اس طرح نشاندہی فرمائی ہے کہ عمر کے ابتدائی دور میں جب کبھی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو غیب سے آواز آتی تھی کہ لہو ولعب سے باز رہو، جسے سن کر میں رک جایا کرتا تھا اور اپنے گرد وپیش پر جب نظر ڈالتا تو کوئی آواز دینے والا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے دہشت سی معلوم ہوتی اور میں جلدی سے بھاگتا ہوا گھر آتا اور والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں چھپ جاتا تھا۔ اب وہی آواز میں اپنی تنہائیوں میں سنا کرتا ہوں، اگر مجھے کبھی نیند آتی ہے تو وہ آواز فوراً میرے کانوں میں آکر مجھے آگاہ کر دیتی ہے کہ تمھیں اس لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ تم سویا کرو۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۲۰)

حصول علم

جب آپ کی عمر شریف چار سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد سیدنا ابوصالح رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کو مکتب میں داخل کرنے کی غرض سے لیے گیے اور استاذ کے سامنے آپ دوزانو ہو کر بیٹھ گیے، استاذ نے کہا پڑھو بیٹے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو آپ نے بسم اللہ شریف پڑھنے کے ساتھ ساتھ الٓمٓ سے لے کر مکمل سترہ پارے از بر استاذ کو سنا دیا، استاذ نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ تو نے کب پڑھا، اور کیسے یاد کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری والدہ محترمہ سترہ پارے کی حافظہ ہیں جن کا وہ اکثر ورد کیا کرتی تھیں، جب میں شکم مادر میں تھا تو یہ سترہ پارے سنتے سنتے یاد ہو گیے۔

گھر پر علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد ۴۸۸ھ میں جب کہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی بغداد تشریف لائے اور اس وقت کے شیوخ ائمہ، بزرگان دین اور محدثین عظام کی خدمت کا قصد فرمایا تو پہلے علوم قرآنیہ کو روایت و درایت اور تجوید وقرأت کے اسرار و رموز کے ساتھ حاصل کیا اور زمانے کے بڑے محدثین اور اہل فضل و کمال و مستند علمائے کرام سے سماع حدیث فرما کر علوم کی تحصیل فرمائی حتیٰ کہ تمام علماء پر فوقیت حاصل ہوگئی اور سب نے آپ کو اپنا مرجع بنا لیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر فرمایا اور آپ کی مقبولیت تامہ عوام و خواص کے قلوب میں ڈال دی۔

اخلاق عظیمہ

آپ کے اخلاق وعادات اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا نمونہ اور اِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ کا مصداق تھے۔ آپ اتنے عالی مرتبت، جلیل القدر، وسیع العلم ہونے اور شان وشوکت کے باوجود ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ

کافی دیر تک بیٹھتے، بلکہ ان کی لغزشوں اور گستاخیوں سے درگذر فرماتے، اگر آپ کے سامنے کوئی جھوٹی قسم بھی کھاتا تو اپنے علم وکشف سے جاننے کے باوجود اس کو رسوا نہ کرتے، اپنے مہمانوں اور ہم نشیں سے دوسروں کی بہ نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، آپ کبھی نافرمانوں، سرکشوں، ظالموں اور مال داروں کے لیے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی کسی وزیر یا حاکم کے دروازے پر جاتے، اور مشائخ وقت میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت قلب، کرم نفس، مہربانی اور عہد کی نگہ داشت میں آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۲۱)

اوصاف کریمہ

مشائخ وقت نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز بڑے بارونق ہنس مکھ، خندہ رو، بڑے شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم الاخلاق، پاکیزہ اوصاف اور مہربان شفیق تھے، اور مغموم کو دیکھ کر امداد فرماتے، اور بعض نے اس طرح وصف کا اظہار فرمایا۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ العزیز بکثرت رونے والے، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ آپ کی دعا فوراً قبول ہوتی، نیک اخلاق، پاکیزہ اوصاف، بدگوئی سے بہت دور بھاگنے والے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ اور احکام الٰہی کے نافرمانوں کے لیے بڑے سخت گیر تھے۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۲۲)

فضائل ومناقب

قلائد الجواہر میں حضرت ابوزکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ محبوب سبحانی، قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ ایک تخت مرصع پر جلوہ گر ہو کر تشریف لائے اور مجھے نہایت الفت ومحبت سے اپنے پاس بٹھایا، اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے جسم انور سے پیراہن مبارک اتار کر مجھ کو پہنایا اور ارشاد فرمایا "هٰذِهٖ خِلْعَةُ الْغَوْثِيَّةِ عَلَى الْاَقْطَابِ وَالْاَبْدَالِ

وَالْاَوْتَادِ" ترجمہ:۔ یہ خلعت غوثیت ہے جو اقطاب وابدال اور اوتاد سے بھی بلند وبالا ہے۔

غبط الناظر میں ہے کہ شیخ نجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس عجمی کا قدم ایک وقت تمام اولیاء کی گردنوں پر ہوگا اور حضرت شیخ نجیب یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سے زیادہ مشائخین کو ایسا ہی فرماتے سنا ہے۔

قلائد الجواہر میں ہے کہ جب آپ عالم شباب میں تھے تو شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آپ کی نسبت فرمایا کہ میں نے ان کے سر پر دو جھنڈے دیکھے جو زمین سے لے کر ملاء اعلیٰ تک پہونچے تھے اور افق اعلیٰ میں ان کے نام کی دھوم دھام سنی ہے۔ **(مسالک السالکین جلد اوّل صفحہ ۳۳۸)**

آپ کے خصائل مبارکہ کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کے جسم مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی، اور آپ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی اور آپ کے بول وبراز کو بھی زمین کھا جاتی تھی۔

ایک دن لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! یہ سب باتیں تو آپ کے جدامجد نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھیں، آپ کے اندر جو پائی جاتی ہے اس کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا رب کائنات کی قسم یہ وجود عبد القادر کا نہیں بلکہ وجود مسعود جدامجد ﷺ کا ہے، اس بات میں اشارہ ہے کہ صفت فنا فی الرسول آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی، اور ذات وکمال میں اس درجہ فنا ہوگیے کہ آپ کا جسم پاک عین رسول پاک ﷺ کا عکس ہوگیا تھا اور اس کو فنائے اتم کہتے ہیں۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۴۲)

مراتب واختیار

لطائف الغرائب میں ہے کہ جب آپ کو رب کائنات سے مرتبۂ غوثیت ومحبوبیت عنایت ہوا تو آپ جمعہ مبارکہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے ناگاہ استغراق کی کیفیت آپ پر طاری ہوئی اور اسی حالت میں زبان کرامت پر یہ کلمہ جاری ہوا "قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ

،،یعنی میرا یہ قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے معاً منادی غیب نے تمام عالم میں ندا کردی کہ جمیع اولیا اللہ محبوب پاک کی اطاعت کریں اوران کے ارشاد کو بسر وچشم بجالاویں، یہ سنتے ہی جملہ اولیاء اللہ نے گردنیں جھکادیں اور ارشاد واجب الاذعان کی تعمیل کی۔(مسالک السالکین جلد اول صفحہ ۳۳۹)

حضرت شیخ مکارم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں انوار الٰہی کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ جس روز آپ نے "قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلیٰ رَقْبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ" فرمایا اس روز جملہ اولیاء اللہ نے معائنہ کیا کہ نشان قطبیت آپ کے سامنے گاڑا گیا ہے اور غوثیت کا تاج آپ کے سر مبارک پر رکھا گیا اور خلعت تصرف زیب تن کیے ہوئے ہیں، تو سب نے ایک ہی آن میں سر جھکا کر آپ کے مرتبے کا اعتراف کیا، یہاں تک کہ دسوں ابدال نے جو سلاطین وقت تھے اپنی گردنیں جھکائیں۔

شیخ ابوالبرکات بن صخر بن مسافر نے اپنے عم بزرگوار حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ سوائے حضرت محبوب سبحانی کے کسی اور ولی اللہ نے بھی "قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلیٰ رَقْبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ" کہا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ نہیں، پوچھا کہ پھر حضرت محبوب سبحانی کے ارشاد کا کیا سبب ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ ان کے مقام فردیت کی خبر دیتا ہے۔ پھر پوچھا کہ فرد ہر زمانے میں ہوتا ہے، مگر سوائے حضرت محبوب سبحانی کے یہ کہنے کا حکم نہیں ہوا ہے۔ عرض کیا کہ کیا آپ اس کہنے پر مامور ہوئے تھے؟ فرمایا ہاں! اور اولیاء اللہ نے حکم الٰہی کے بموجب اپنی گردنیں جھکائیں۔(مسالک السالکین جلد اول صفحہ ۳۴۱)

حلیہ مبارکہ

آپ نحیف البدن، میانہ قد، کشادہ سینہ، لمبی چوڑی داڑھی، گندمی رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز تھے، پاکیزہ سیرت، بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل تھے، صاحب شہرت اور خاموش طبع تھے۔

تاریخ وصال

آپ ۱۱ر یا ۱۷ر ربیع الآخر ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶ء شب دوشنبہ بعد نماز عشاء ۹۱ رسال کی عمر شریف میں بغداد میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

نماز جنازہ

نماز جنازہ حضرت سید سیف الدین عبدالوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے پڑھائی، آپ کے جنازے میں اتنی کثرت تھی کہ بغداد میں کوئی شخص باقی نہ رہا جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے جنازے میں شریک نہ ہوا ہو۔

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس آپ کے مدرسہ عالیہ کے رواق میں باب ازج کے نزدیک بغداد شریف (عراق) میں واقع ہے، ہر سال عرس کی مقدس تاریخ میں بے شمار مخلوق فیوض روحانی سے مستفیض ہوکر لوٹتی ہے۔ اور ہمہ دم زائرین کا اژدہام رہتا ہے، جمعرات اور جمعہ خصوصی طور پر بھیڑ لگی رہتی ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے، اپنے زمانے کے یکتائے روزگار اور قطب گزرے ہیں۔ ہارون ایک موضع ہے جو نیشاپور کے مضافات میں ہے اسی موضع کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ہارونی کہا جاتا ہے۔

آپ سلطان الہند عطاء رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ و مرشد گرامی ہیں، اپنے چہیتے مرید سے ملاقات کی غرض سے ہندوستان بھی تشریف لائے۔

آگ نے نہیں جلایا

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دن شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سفر میں ایک جگہ پہونچے جو آتش پرستوں کی بستی تھی وہاں آتش کدہ تھا جس میں روزآنہ بیس ارب لکڑیاں ڈالی جاتی تھیں اور آگ کسی دن سرد نہیں ہوتی، آپ نے پوچھا آگ کی پرستش سے کیا حاصل، تم لوگ خدا کی پرستش کیوں نہیں کرتے جس نے آگ کو پیدا کیا ہے؟

جواب دیا کہ ہمارے مذہب میں آگ کو بڑا مانا گیا، شیخ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے ہاتھ پاؤں آگ کے اندر ڈال سکتے ہو؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ آگ کا کام جلانا ہے، یہ کس کی مجال ہے کہ اس کے قریب جائے، شیخ نے ایک بچہ کو جو آتش پرست کی گود میں تھا لے لیا اور بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ "قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ" کہہ کر آگ میں چلے گیے اور چار گھنٹے کے بعد باہر آئے نہ آپ کا خرقہ آگ سے جلا اور نہ اس بچے پر آگ کا کوئی اثر ہوا۔

یہ دیکھ کر تمام آتش پرست قدموں پر گر پڑے اور اسلام لے آئے، وہ بچہ اور اس کے باپ دونوں آگے چل کر ولی کامل ہوئے۔ (سفینۃ الاولیاء ص ۱۲۷)

چالیس سال کا گمشدہ لڑکا واپس آیا

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک بوڑھا آپ کی خدمت میں نہایت پریشان حال حاضر ہوا، حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا کیا حال ہے کہ تم اس قدر پریشان ہو؟ اس بوڑھے نے کہا کہ چالیس سال سے میرا ایک بیٹا غائب ہے اس کی خبر نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا، میں آپ کی خدمت میں آیا ہوا ہوں کہ آپ سے فاتحہ کی درخواست کروں کہ میرا بیٹا مل جائے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مراقب ہوئے، جب دیر ہوگئی تو مراقبہ سے سر

اٹھا کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ آؤ ہم سب مل کر اس نیت سے فاتحہ پڑھیں کہ اس بوڑھے کا بیٹا مل جائے، سب لوگ جب فاتحہ پڑھ چکے تو آپ نے اس بوڑھے سے فرمایا جاؤ تمہارا بیٹا تمہارے گھر آچکا ہے۔

بوڑھا اپنے گھر آیا تو گھر کے ہر آنے جانے والے نے اسے اس کے بیٹے کے آنے کی مبارکباد دی کہ مبارک ہو تمہارا بیٹا گھر آگیا، بوڑھے کی اپنے بیٹے سے ملاقات ہوئی، پھر باپ اور بیٹے دونوں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی، خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے بیٹے سے پوچھا کہ اب تک تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جزائر دریائے دیواں کے ایک جزیرہ میں قید تھا اور مجھے زنجیریں ڈالی گئیں تھیں، میں آج بھی اسی مقام پر تھا کہ ایک درویش نے جو بالکل آپ ہی کی ہمشکل تھے، زنجیر میں ہاتھ ڈالا زنجیر فوراً ٹوٹ گئی پھر اس درویش نے مجھے اپنے پاس کھڑا کر کے کہا میرے قدم بقدم آؤ، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا (چند قدم چلنے کے بعد) اس درویش نے مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو، جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر پایا۔ (ترجمہ سیر الاولیاء ص ۱۸)

غیب سے کھانے

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آدھی رات کے وقت گھر میں تشریف فرما تھے کہ اناسی کافروں نے مشورہ کیا کہ آدھی رات کو خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس چلیں اور کہیں کہ ہم بھوکے ہیں ہر ایک کو نئے طباق میں علیحدہ علیحدہ کھانا دیجیے اور ہر ایک جداگانہ نوع کا، اس باہمی مشورہ کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آئے تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا آئیے آدم وحوا کے بیٹے! بیٹھ جاؤ اور ہاتھ دھولو اور خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور ہر جنس کے مختلف کھانوں سے بھرے ہوئے طباق جیسا کہ وہ لوگ سوچ کر آئے تھے، غیب سے لیتے اور ان کے سامنے رکھ دیتے، وہ کافر بھی مسلسل

نظریں جمائے دیکھتے رہے کہ طباق غیب سے آرہے ہیں، خیر جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا خدائے تعالیٰ کی نعمت کھاؤ اور اس پر ایمان لاؤ، انھوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے خدا ورسول پر ایمان لے آئیں اور مسلمان ہوجائیں تو کیا خدائے تعالیٰ ہمیں تم جیسا کردے گا، فرمایا میں غریب کس گنتی میں ہوں خدائے تعالیٰ تو اس پر قادر ہے کہ مجھ سے ہزار درجہ تمھیں بلند فرمائے، وہ سب ایمان لے آئے، مسلمان ہوگیے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبارک صحبت میں رہے اور ان میں سے ہر ایک اللہ کا ولی ہوگیا کہ ان کی نظروں میں عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب منکشف ہوگیا۔ (سبع سنابل شریف ص ۴۳۱)

وفات:۔

آپ نے ۶۱۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور مکہ معظّمہ میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجہ خواجگاں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات برصغیر ہندوپاک میں محتاج تعارف نہیں، آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت خداوندی اور اتباع سنت نبوی کا آئینہ دار تھا۔ آپ نے کفر وشرک اور الحاد و بے دینی کی تیز آندھیوں میں شمع اسلام روشن کی جس نے نہ جانے کتنے دلوں سے ظلمت کفر کو کافور کرکے انھیں نور اسلام سے منور ومجلّی کردیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں گم گشتگان راہ کو منزل مقصود مل گئی۔

ولادت باسعادت

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت ۵۳۴ھ کو بمقام سجستان ہوئی اسی نسبت سے آپ کو سِجزِّی کہا جاتا ہے۔ تذکرہ نگاروں کے درمیان آپ کے سال ولادت میں خاصا اختلاف ہے لیکن اہل تحقیق نے ترجیح ۵۳۴ھ ہی کو دی ہے۔

سَنْجَرِیْ بِکَسْرِ سِیْنٍ وَسُکُوْنُ جِیْمٍ وَکَسْرِزَائے مُعْجَمَہْ نِسْبَتْ بِسِیْسْتَان، سِیُسْتَانَ رَابَزُبَانِ عَرَبِیٍّ سَجِسْتَانَ وَسِجزِّ گویند وایں تعریب است وابدال سین بہ زا از تغیرات تعریب است. (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مطبع احمدی دہلی ص ۸۸)

سجزی سین کے کسرہ، جیم کے سکون اور زائے معجمہ کے کسرہ کے ساتھ سیستان کی طرف نسبت ہے، سیستان کو عربی زبان میں سجستان اور سجز کہتے ہیں اور یہ تعریب اور سین کا زا سے بدلنا تعریب ہے یعنی اہل عرب کے تغیرات سے ہے۔

سلسلۂ نسب

آپ نجیب الطرفین سید تھے آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے:

خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن سید محمد محمدی بن امام حسن عسکری بن امام نقی بن امام تقی بن امام موسیٰ رضا بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

والدہ ماجدہ کی جانب سے نسب نامہ اس طرح ہے:

خواجہ معین الدین بن بی بی ماہ نور بنت سید داؤد بن عبد اللہ اسمٰعیل بن سید زاہد بن سید مورث بن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ غنی بن سید نا حسن مثنیٰ بن امام حسن بن سید نا علی مرتضٰی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

والدین کریمین

آپ کے والد گرامی خواجہ غیاث الدین علیہ الرحمہ بڑے متقی وپرہیزگار تھے ابھی حضرت سلطان الہند کی عمر پندرہ برس ہی تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ترکۂ پدری سے ایک پر فضا باغ اور ایک پن چکی حصے میں آئی۔ (مرأۃ الاسرار اردو ص ۵۹۳)

عہد طفولیت

عہد طفولیت خوش حالی اور نیک نامی کے ساتھ گزرا بروایت ہفتاد اولیاء آثار ولایت وعرفان بچپن ہی سے ناصیۂ سعادت پر نمایاں تھے اللہ تعالیٰ نے دولت وثروت سب کچھ دے رکھی تھی ناز ونعم کے ساتھ پلے بڑھے تھے۔(ہفتاد اولیاء ص ۲۸۸)

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ بی بی ماہ نور کا بیان ہے کہ جب معین الدین حسن میرے شکم میں تھے تو بڑے عجیب وغریب خواب دیکھتی تھی گھر میں خیر وبرکت تھی، میرے دشمن میرے دوست بن گیے تھے اطمینان وانبساط سے میرا دل معمور ہوگیا تھا۔(معین الاولیاء ص ۳۷/۳۸ چشتیہ پبلیکیشر اجمیر)

حضرت خواجہ غریب نواز اپنے عہد طفلی میں ایک مرتبہ عید کے موقع پر نہایت ہی عمدہ لباس زیب تن کیے ہوئے نماز دوگانہ ادا کرنے کے لیے عید گاہ کی جانب تشریف لے جارہے تھے، راستے میں آپ کی نگاہ ایک لڑکے پر پڑی وہ لڑکا اندھا تھا اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ اس لڑکے کو دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اورفوری طور پر شان غریب نوازی کو جوش آیا آپ نے اپنے کپڑے اتار کر اس غریب اور اندھے لڑکے کو دے دیئے اور خود پرانے کپڑے پہن کر اس لڑکے کو ہمراہ لیے گیے۔(خزینۃ الاصفیاء ص ۳۵)

ابتدائی تعلیم

حضرت خواجہ دن کے اکثر اوقات اپنے موروثی باغ میں گزارا کرتے تھے،ایک دن ابراہیم قندوزی نامی ایک مجذوب بزرگ کا آپ کے باغ سے گزر ہوا اس وقت آپ اپنے باغ کی آب پاشی میں مصروف تھے جوں ہی آپ کی نظر ان پر پڑی آپ دوڑ کر ان کے پاس پہونچے، دست بوسی کے بعد بڑے عزت واحترام کے ساتھ انھیں درختوں کے سایہ میں بٹھایا اور انگور کے خوشے ان کی خدمت میں پیش کیے اور دوزانو ادب کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھ گیے انھوں نے انگور تو نہیں کھائے البتہ اپنے بغل سے تھوڑی سے کھلی نکالی اور دانتوں سے چبا کر اپنے ہی دست

مبارک سے حضرت خواجہ غریب نواز کے منھ میں ڈال دیا کھلی کا کھانا تھا کہ یکا یک آپ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی، آپ کے باطن میں حقیقت ومعرفت کا ایسا نور روشن ہوا جس نے آپ کو گھر بار اور دنیوی مال واسباب سے کنارہ کشی پر مجبور کر دیا۔آپ نے سب کچھ فروخت کرکے درویشوں پر تقسیم کر دیا اور طلب خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے مسلسل سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے سرزمین سمرقند وبخارا پہونچے جہاں کلام اللہ حفظ کیا اور حضرت علامہ حسام الدین بخاری اور حضرت علامہ شرف الدین رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔

انعام خداوندی

ریاضت ومجاہدہ کی سنگلاخ وادیوں سے جو اخلاص قلب کے ساتھ گزرتا ہے اسے انعامات خداوندی حاصل ہوتے ہیں اور وہ رشد وہدایت کی دولتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ارشاد ربانی ہے ”وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاَنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ “(سورۂ عنکبوت) ترجمہ:۔اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے،اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

چنانچہ راہ سلوک کی تپ وتاپ کو برداشت کرنے کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز میں انعامات الٰہی اور عطیات ربانی کا ظہور ہوا اور آپ کی ذات میں اولیاء کی تمام صفات پیدا ہوتی گئیں،ان میں سے بعض کا ظہور بھی ہوا۔چنانچہ جب آپ سبزوار تشریف لائے تو وہاں ایک باغ میں حوض کے پاس فروکش ہوئے وہاں کا حاکم یادگار محمد باغ میں سیر کے لیے پہونچا تو وہاں ایک اجنبی کو پہلے سے موجود دیکھ کر چین بہ جبین ہوا لیکن حضرت خواجہ کی ایک نگاہ پرجلال کا اس پر پڑنا تھا کہ وہ مغلوب الحال ہوگیا اور اس پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی آپ نے حوض کے پانی سے اس کے منھ پر چند چھینٹے مارے تو اسے ہوش آیا پھر کیا تھا وہ آپ کا عاشق وشیفتہ ہوگیا وہ مذہباً شیعہ تھا اس کا طاغوتی شیش محل پاش پاش ہوگیا اور اپنے سارے اعیان وارکان کے ساتھ آپ کا مرید ہوگیا اور اپنی ساری دولت آپ کی خدمت میں پیش کر دی مگر آپ نے اسے قبول کرنے

سے انکار کردیا اور فرمایا ''جو مال ظلم وتعدی سے وصول کیا گیا ہے وہ اس کے اصل مالکوں کے حوالے کردیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کردیا اور جب ظاہری تعلیم مکمل کرلی تو آپ نے اس کو اپنا خرقۂ خلافت بھی عطا کیا۔ (سیر العارفین ص۱۰)

ہندوستان میں تشریف آوری

حضرت خواجہ غریب نواز کی ہندوستان میں تشریف آوری کے باب میں مؤرخین اور ارباب تذکرہ کے بیانات بڑی ژولیدگی کے شکار ہیں جس سے بعض اردو تذکرہ نگاروں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت ہندوستان میں کئی بار تشریف لائے مگر صحیح یہ ہے کہ ہندوستان آپ ایک بار تشریف لائے پھر دوبارہ واپس نہ ہوئے، اس سفر میں آپ پہلے لاہور پھر ملتان اور وہاں سے دہلی آئے وہاں شیخ رشید مکہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے پاس قیام فرمایا جہاں پر ایک مسجد بھی تھی۔ (سیر العارفین ص۱۲)

رحلت

یہ آفتاب اسلام ۴۰؍ برس تک ظلمت کدہ ہند کو اپنی ضیا پاشیوں سے بہرہ ور کرتا رہا اور لاکھوں لوگوں کے تاریک دلوں میں شمع توحید ورسالت روشن کرتا رہا پھر وقت آ ہی گیا جو ہر ایک کے لیے مقرر ہے اور جس سے کسی کو مفر نہیں۔ حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں سبع سنابل شریف صفحہ ۴۳۵ میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جب اجمیر شریف میں آئے تو آپ نے خدا کی مسلسل سترّ سال ایسی عبادت کی کہ آپ نے قطعی آرام نہیں فرمایا، اور کبھی پشت کو زمین پر ٹیک نہیں لگایا، اور اس طرح سے عبادت کی کہ آج سلطان الہند کے مرتبہ پر پہونچ گیے، اور ہندوستان کے باطنی امور کے وہ سلطان ہیں، اور آپ کے وصال کے بارے میں شیخ محقق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں صفحہ ۲۹؍ پر لکھا ہے کہ بعد وصال دیکھا گیا تو آپ کی پیشانی پر قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا '' حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ '' آپ کی پیشانی پر قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں

جا رہا ہے یعنی اللہ کی محبت میں ان کا انتقال ہوا۔

چنانچہ ایمان وعمل، زہد وتقویٰ، ثبات واستقلال، علم وحلم اور ایثار ووفا کا یہ جبل مستقیم زمین کی اوٹ میں روپوش ہوگیا۔ اکثر تذکرہ نگاروں کے بقول آپ کا وصال ۶؍رجب المرجب ۶۳۳ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مزار مقدس

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مزار مقدس اجمیر شریف میں آج بھی لاکھوں عقیدت مندوں کا قبلہ اور انوار وفیوض اور برکات کا سرچشمہ اور رشد وہدایت کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ارباب طریقت علماء اہلسنت، سلاطین مملکت اور غرباء ملت ہر عہد میں یہاں کی حاضری کو سرمایہ افتخار تصور کرتے رہے ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ ۵۸۳ھ میں اوش میں پیدا ہوئے، اوش ترکستان کے ایک علاقہ میں ہے فرغانہ ایک بستی ہے قوقنہ کے قریب جس سے ملا اوش ہے۔

بیعت وخلافت

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کے خلیفہ اعظم ہیں، جنھیں دار السلطنت دہلی کی روحانی حکومت اور اصلاح کا کام سپرد کیا گیا۔

تعلیم وتربیت

ابھی آپ کی عمر شریف ایک برس کی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا، جب حضرت

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ کی عمر شریف پانچ برس کی ہوئی تو والدہ ماجدہ کو آپ کے
تعلیم کی فکر ہوئی کہ بچے کو کہیں کسی استاذ کے وہاں بٹھا دیا جائے والدہ نے پڑوس کے ایک نیک
اور صالح آدمی سے کہا کہ آپ ہمارے بچے کو کسی اچھے معلم کے پاس پڑھنے کے لیے بٹھا دیں۔
انھوں نے جب وعدہ کر لیا تو والدہ نے حلوے کا ایک طباق دے کر صاحبزادے کو ساتھ کیا تا کہ
پہلے دن بچہ ایک استاذ کی خدمت میں خالی ہاتھ نہ جائے، جب بچے کو لے کر چلے راستہ میں ایک
نہایت خوبصورت بزرگ ملے اور پوچھا کہ اس بچہ کو کہاں لے جا رہے ہیں تو انھوں نے ایک
اچھے استاذ کے متعلق ذکر کیا تو بزرگ نے کہا نہیں اس بچے کو ہمارے حوالے کر دیجیے میں اسے
ایک ایسے معلم کے حوالے کروں گا جو اسے پڑھائے بھی اور سنوارے بھی بڑے ہی صالح معلم
جن کا نام ابو حفص تھا۔ ان کی خدمت میں لے گیے اور کہا یہ شاگرد آپ کے حوالے ہیں اس کی
نگرانی اور دیکھ بھال خصوصی طور پر ہونا چاہیے آپ یہ فرما کر چلے گیے، تو ابو حفص علیہ الرحمہ نے
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ سے پوچھا کیا تم انھیں جانتے ہو؟ خواجہ قطب
الدین بختیار کا کی نے کہا نہیں۔ تو ابو حفص نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تمہاری نگرانی
اور دیکھ بھال مجھے سپرد کر گیے ہیں۔ حضرت ابو حفص علیہ الرحمہ نے حضرت خواجہ قطب الدین
بختیار کا کی کو ایسی تعلیم دی کہ انھیں نیکی کا شوق پیدا ہو گیا اور خدا کی یاد کی ایسی لگن ہو گئی کہ ذکر خدا
سے کبھی بھی غافل نہ رہتے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں وطن سے باہر نکلے، بزرگوں سے ملنے اور ان
کی خدمت میں حاضری دینے کا شوق پیدا ہو گیا۔

درود شریف کا ورد

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ کا معمول تھا کہ ہر روز تین ہزار مرتبہ درود
شریف کا ورد فرمایا کرتے تھے، اسی زمانہ میں والدہ محترمہ نے آپ کی شادی کر دی، شادی کی
مصروفیتوں میں درود شریف کا ورد قضا ہو گیا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ کے
ایک مرید جن کا نام احمد تھا اس نے خواب دیکھا رسول اللہ ﷺ کا دربار آراستہ ہے بارگاہ نبوت

میں کوئی اندر جاتا ہے، کوئی باہر آتا ہے، تو مرید نے کہا کہ حضرت مجھے بھی اندر جانے کی اجازت
دیجیے، احمد کی بات سن کر ایک بزرگ اندر تشریف لے گیے کچھ دیر کے بعد باہر آ کر فرمایا احمد تمھیں
اندر جانے کی اجازت نہیں ہے مگر یہ عزت و شرف بخشا جاتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا پیغام
تمہارے ذریعہ بھیج دیا جائے تم خواجہ قطب الدین کے پاس جانا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ پیغام
پہونچانا کہ جو تحفہ درود پاک کا تم روز بھیجا کرتے تھے تین دن سے ہمارے پاس نہیں آیا ہے۔

ایک حیرت ناک سفر

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں اور قاضی حمید الدین علیہ
الرحمہ ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے اس سفر میں ایسا حیرت ناک واقعہ گزرا ہم دونوں میں سے کوئی
اسے بھول نہ سکا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ اکثر اس واقعہ کو اپنے مریدوں میں سنایا
کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم جا رہے تھے دیکھتے کیا ہیں ایک بہت بڑا بچھو بھاگا چلا جا رہا ہے
اسے دیکھ کر اور اس کے بھاگنے پر ہمیں بڑا تعجب ہوا اور ہم اس کے پیچھے چل پڑے قریب ہی ایک
دریا تھا بچھو دریا میں کود پڑا اور تیرتا ہوا اس پار دوسرے کنارے کی طرف جانے لگا ہم بھی اسے
دیکھتے ہوئے دوسرے کنارے پہونچ گیے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی درخت کے نیچے غافل
پڑا سویا ہوا تھا اور ایک بہت بڑا سانپ اسے ڈسنا چاہتا ہے اتنے میں بچھو نے سانپ کو ایک ایسا
ڈنک مارا کہ سانپ تلملا گیا اور چند لمحہ بھی نہ گزرا کہ سانپ مر گیا۔ ہم نے کہا کہ کوئی خاص بندہ
معلوم ہوتا ہے جس کی حفاظت کے لیے بچھو بھیجا گیا تھا، جب قریب سے دیکھا تو نشہ میں چور تھا
منھ سے شراب کی بدبو آ رہی تھی ہم نے کہا دیکھو خدا نے اپنے نافرمان بندے کی کس طرح
حفاظت فرمائی اتنے میں ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے غیب سے آواز آ رہی ہے اگر میں نیک
بندوں کی حفاظت کرتا ہوں تو بدکاروں اور فاسقوں کی حفاظت کون کرے گا یوں تو سب ہی
ہمارے بندے ہیں۔ ہم دونوں پروردگار عالم کی شکر گزاری کر رہے تھے کہ بے ہوش آدمی اٹھ
بیٹھا، جب اس نے سارا واقعہ سنا تو رو رو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگا اور چند ہی دنوں میں

واصلانِ الٰہی میں شامل ہوگیا۔ جب آپ یہ واقعہ سناتے تو فرماتے کہ دیکھو جب وقت آجاتا ہے تو رحمت الٰہی کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور آن کی آن میں بڑے بڑے گنہگار خدا کے نیک بندوں میں شامل ہوجاتے ہیں۔

کرامت

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک شکستہ حال اپنی غریبی و مفلسی کا حال سنانے لگا، آپ نے ارشاد فرمایا اگر میں تجھ سے یہ کہوں کہ میری نگاہ عرش الٰہی تک پہونچ جاتی ہے تو کیا تجھے یقین آئے گا۔ وہ بولا حضرت آپ کے بلند مرتبہ ہونے کا اس سے زیادہ یقین رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اگر تجھے اتنا یقین ہے تو وہ اسّی (۸۰) تھیلیاں جو اشرفیوں سے بھری پڑی ہیں گھر میں دبا رکھا ہے ختم کر ختم ہو جائیں تو مفلسی کی شکایت کرنا یہ سن کر وہ آدمی شرم سے پسینہ پسینہ ہوگیا اور چپ چاپ چلا گیا۔ (سیرۃ الاولیاء ص ۵۲)

آپ کو کاکی کہنے کی وجہ تسمیہ

(۱) گھی میوہ اور شکر سے ایک خاص قسم کا بسکٹ دہلی کے باورچی بناتے تھے جسے کاک کہتے ہیں یہ کاک تنور میں سینکے جاتے تھے، بہت خوش ذائقہ ہوتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ شاہی دسترخوان پر بھیجنے کے لیے باورچی کاک تیار کررہا تھا کہ ذرا سی غفلت سے کاک خراب ہوگیا، بیچارہ باورچی سر پکڑے بیٹھا تھا افسوس کررہا تھا۔ اتفاق سے حضرت کا ادھر سے گزر ہوا باورچی سے خیریت پوچھی اس نے اپنی پریشانی سنائی آپ نے تسلی دی اور فرمایا بسم اللہ کہہ کر تنور سے کاک نکال لے باورچی نے تنور سے کاک نکالے تو نہایت عمدہ حالت میں نکل آئے، اسی دن سے حضرت کا نام کاکی مشہور ہوگیا۔

(۲) امیر خسرو نے ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت کو کاکی کیوں کہتے ہیں؟ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن خواجہ

قطب الدین علیہ الرحمہ حوض شمسی پر بیٹھے ہوئے تھے، احباب طریقت نے کہا اس وقت گرم گرم کاک ہوتے تو بڑا ہی لطف آتا۔ حضرت نے پانی میں ہاتھ ڈال کر گرم گرم کاک نکالے اور احباب کے سامنے ڈھیر کردیا سب نے انھیں کھایا، اسی دن سے حضرت کو کاکی کا خطاب مل گیا۔ (روضۃ الاقطاب ص ۱۷)

سورۂ اخلاص کا اثر

بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے شیخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ ہم سفر تھے راستہ میں دریا آگیا اندھیری رات، جنگل، سامنے دریا حضرت فرمانے لگے فرید اس وقت دریا پار کرنے کی کیا صورت ہے؟ کشتی بھی نہیں ہے، ایسی جگہ شیر بھی پانی پینے آتا ہوگا، ابھی میں نے جواب بھی نہ دیا کہ حضرت نے سورۂ اخلاص پانی پر دم کی اور پانی دو حصوں میں تقسیم ہوکر راستہ نکل آیا، حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں دریا پار ہوگیے۔
(روضۃ الاقطاب ص ۱۷)

سفر آخرت

آپ کا وصال مبارک ۱۴/ربیع الاوّل شریف ۶۲۳ھ میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مزار پاک

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کا مزار مہرولی (دہلی) میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

قطب کوکن مخدوم ماہمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت

قطب کوکن قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت فقیہ علاؤ الدین علی مخدوم ماہمی قدس سرہٗ

العزیز کی ولادت باسعادت ۱۰ رمحرم الحرام ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۲ء کو خاندان نوایت کے معزز گھرانے میں ہوئی، آپ کا مولد ومنشاء عروس البلاد ممبئی کا ایک پررونق علاقہ ماہم شریف ہے جسے اس دور میں مہایم کہا جاتا تھا اس پر سلطان گجرات کی حکومت تھی۔

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی علاؤالدین علی ہے قبیلہ پردسے تعلق رکھنے کی بنا پر آپ کے نام کا جزء پرد بھی ہوگیا، کنیت ابوالحسن اور لقب زین العابدین ہے مگر فقیہ مخدوم کے لقب سے مشہور ہیں۔

والدین کریمین

آپ کے والد ماجد شیخ احمد بہت بڑے عالم اور ولی کامل تھے کوکن کے دولت مند تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت ناخدا حسین انکولیا بھی بڑی عابدہ زاہدہ صاحبۂ مقامات تھیں۔

آپ کے اجداد عربی الاصل تھے جو حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم سے تنگ آکر ہندوستان میں پناہ گزیں ہوگیے تھے۔ (سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، تذکرہ علمائے ہند)

تعلیم وتربیت

آپ کے والد ماجد مولانا شیخ احمد قدس سرہٗ العزیز بہت بڑے عالم اور متقی وپرہیز گار شخص تھے انھوں نے اپنے ہونہار صاحبزادے کی ذہانت اور تحصیل علم کا ذوق وشوق دیکھ کر آپ کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کی جانب توجہ فرمائی اور بہت مختصر عرصہ میں آپ حدیث، فقہ، منطق وفلسفہ وغیرہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہوگیے۔ (تاریخ النوائط)

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ بڑی نیک وپرہیز گار عورت تھیں لہٰذا بزرگ ماں باپ کی تعلیم نے آپ کو ظاہری وباطنی کمالات کا جامع بنادیا یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بھی آپ کی تربیت میں بڑا حصہ لیا ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب والد ماجد کا

سایہ سر سے اٹھ گیا تو مزید تحصیل علم کے لیے والدہ ماجدہ سے سفر کی اجازت چاہی انھوں نے فرمایا بیٹا علی! تمہاری جدائی میرے لیے ناقابل برداشت ہے دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے وہ غیب سے تمہارے شوق کی تکمیل کا سامان فرمادے گا۔ چنانچہ رات میں والدہ ماجدہ نے دعا کی اور نماز فجر بعد جب آپ معمول کے مطابق ساحل سمندر پر چہل قدمی کے لیے نکلے تو ایک بلند پتھر پر ایک نورانی صورت بزرگ کو تشریف فرمادیکھا آپ نے سلام عرض کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اگر تم علم معرفت کی تحصیل کا شوق رکھتے ہو تو روز صبح کو یہاں آجایا کرو میں خضر ہوں تمہاری تعلیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں بھیجا ہے یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا، چنانچہ روزانہ صبح کو اس جگہ آپ جاکر حضرت خضر علیہ السلام سے علم معرفت حاصل کرنے لگے۔ ایک دن والدہ ماجدہ کے دریافت فرمانے پر جواب نہ دینا خلاف ادب سمجھ کر آپ نے یہ راز ظاہر کردیا لہٰذا دوسرے دن جب سمندر کے کنارے پہونچے تو وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو نہیں پایا بہت ہی آزردہ خاطر ہوئے اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ماجرا سنایا انھوں نے تسلی دی اور اس رات پھر دعا کی، چنانچہ دوسرے دن عصر کے وقت حضرت خضر علیہ السلام آپ کو راہ میں ملے اور فرمایا کہ حکم خدا سے تمھیں علم لدنی عطا ہوا، پھر دریا کے کنارے نعمت الٰہی کا ایک لقمہ منھ سے نکال کر آپ کو کھلا دیا اور فرمایا کہ تمہاری والدہ کی دعا قبول ہوئی خدا کے فضل سے تمھیں علوم ظاہری وباطنی میں کمال عطا ہوا اور تم خلعت ولایت سے سرفراز کیے گیے لہٰذا جب آپ نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو اپنے سینے کو جمیع علوم کا گنجینہ پایا۔ (ضمیر الانسان لزیارۃ المشتاقین الی ذکر الرحمٰن)

عادات وخصائل

آپ بچپن ہی سے نیک اور پاکیزہ عادات واطوار کے جامع تھے باادب فرمانبردار اور والدین کے خدمت گزار تھے، فیاض وکشادہ دست، حاجت مندوں کے حامی ومددگار اور بڑے مہمان نواز تھے۔

والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اور خدمت کے نیک جذبات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک رات عشاء کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے آپ سے پانی طلب کیا جب پانی لے کر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ والدہ صاحبہ کی آنکھ لگ گئی، بیدار کرنا ادب کے خلاف جانا اور پانی کا پیالہ لیے ساری رات کھڑے رہے جب ان کی آنکھ کھلی تو دریافت فرمایا: بیٹا علی! کب سے پانی لے کر کھڑے ہو؟ عرض کیا سونے سے پہلے آپ نے پانی طلب کیا تھا اسی وقت سے آپ کے بیدار ہونے کے انتظار میں کھڑا ہوں، والدہ ماجدہ کو آپ کی یہ سعادت مندانہ ادا بہت پسند آئی اور فوراً وضو کر کے رب قدیر کے حضور سربسجود ہوگئیں اور اپنے بیٹے کی سربلندی وسرفرازی کے لیے دعائیں کیں۔ (ضمیر الانسان)

یہ ماں کی دعاؤں کا ہی اثر ہے کہ آپ علوم ظاہری وباطنی میں درجہ کمال کو پہنچ گیے اور مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے۔

عبادت وریاضت

آپ بڑے ہی متقی وپرہیزگار، عابد شب زندہ دار شخصیت کے مالک تھے آپ پر مراقبہ اور استغراق کی کیفیت غالب رہتی تھی۔ آپ کی استغراقی کیفیت کا ایک بڑا ہی عجیب وغریب واقعہ ''اَلْحَبْلُ الْمَتِیْنُ فِیْ تَقْوِیَةِ الْیَقِیْنِ'' میں منقول ہے کہ بادشاہ وقت کی بہن آپ کے نکاح میں تھیں ایک دن بادشاہ کی بیگمات اس کی بہن سے ملاقات کے لیے شیخ کے مکان پر آئیں، شیخ وقت اس وقت دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے، بیگمات کو اندر آنے میں تردد ہوا شیخ کی والدہ موجود تھیں انھوں نے کہا کیوں توقف کررہی ہو چلی آؤ آخر رکاوٹ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم کیسے آئیں شیخ تو دہلیز پر تشریف فرما ہیں ہمیں دیکھ لیں گے، شیخ کی والدہ نے فرمایا وہ استغراق کے عالم میں ہیں اسے نہ تمہارا ہوش اور نہ ہی دنیا ومافیہا کا۔ یہ سن کر شاہی بیگمات اندر داخل ہوگئیں اور شیخ کی والدہ سے اس بات کی دلیل مانگی، والدہ صاحبہ ان کے پاس آئیں اور کہا بیٹا علی! اس تہبند سے پردہ پوشی کرلو اور اپنے کپڑے دھونے کے لیے دے دو آپ اس وقت

صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے فوراً ہی اپنے کپڑے اتار دیئے اور تہبند پہن کر بیٹھ گیے کچھ دیر بعد ان کی والدہ دوسرے میلے کچیلے کپڑے لے آئیں اور کہا بیٹا علی! اپنے کپڑے پہن لو، آپ نے وہی میلے کپڑے پہن لیے انھیں بالکل ہوش نہ تھا کہ کیا پہنا اور کیا اتارا۔ (عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی۔ مخدوم ماہمی صفحہ ۴۳)

اس واقعہ سے جہاں آپ کے استغراق ومحویت اور یاد الٰہی کا اندازہ ہوتا ہے وہیں پہ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ وقت کے گھرانے سے آپ کا رشتہ تھا اس وقت بادشاہ سلطان احمد شاہ ابدالی والی گجرات تھا جس نے اپنے نام پر احمد آباد تعمیر کرایا۔

درس وتدریس

مہایم شریف میں ایک مدرسہ تھا جہاں تشنگان علوم دور دراز علاقوں سے کشاں کشاں حاضر ہوتے اور آپ انھیں علوم ظاہری وباطنی سے آراستہ فرماتے مگر افسوس کہ آج آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ تلامذہ کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی آپ کے حلقۂ درس کی کیفیات کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے کیوں کہ مؤرخین اس سلسلہ میں خاموش نظر آتے ہیں صرف دو شاگردوں کا پتہ چلتا ہے۔ (ان میں سے ایک حضرت شیخ محمد سعید کوکنی رتنا گیری علیہ الرحمہ اور دوسرے حضرت علامہ بدرالدین محمد بن ابوبکر المخدومی الدمامینی علیہ الرحمہ)

کشف وکرامت

حضرت مخدوم علی ماہمی قدس سرہٗ العزیز ولی کامل اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے آپ کی ذات بابرکات سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا ان میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) مہایم میں ایک ہندو تاجر تھا جس کا جہاز سامان تجارت لے کر کہیں روانہ ہوا اور سات سال ہوئے واپس نہ آیا اور نہ ہی اس کا کچھ پتہ چلا، تاجر نے بڑے بڑے پنڈتوں اور نجومیوں سے دریافت کیا سب نے یہی جواب دیا کہ جہاز ڈوب گیا اس کے ایک مسلمان دوست نے

حضرت مخدوم علی ماہمی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض حال کا مشورہ دیا، اس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا مدعا پیش کیا آپ نے کہا گھبرانے کی بات نہیں جاؤ انشاء اللہ العزیز آج شام کو تمہارا جہاز واپس آجائے گا یہ سن کر تاجر بہت مسرور ہوا اور ساحل پر پہونچ کر جہاز کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ اس کا جہاز ممبئ کے ساحل سے آلگا جہاز اور سامان کو صحیح سلامت دیکھ کر وہ آپ کی بزرگی کا قائل ہوگیا اور فوراً بیوی بچوں کے ساتھ حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگیا۔ (ضمیر الانسان)

(۲) آپ کی ایک باندی تھی جو آپ کے کپڑے دھل کر اس کا دھوون پی جایا کرتی تھی جس کی برکت سے وہ صاحب کشف ولیہ ہوگئی۔ (ضمیر الانسان)

(۳) ایک دن ایک فقیر آپ سے ملاقات کے لیے مہایم تشریف لائے اور مسجد میں آپ سے ملاقات کی گھر آکر آپ نے ان کے لیے باندی سے کھانا بھجوایا جب مسجد آئی تو فقیر کو موجود نہیں پایا اس نے مشرق و مغرب کی طرف نظر دوڑائی تو انھیں خانۂ کعبہ میں بیٹھا ہوا دیکھا چنانچہ وہ اسی قدم پر حرم شریف پہونچی اور ان سے کہا کہ میرے آقا نے آپ کے لیے کھانا بھیجا ہے۔ کہتے ہیں فقیر کی صورت میں یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ (ضمیر الانسان)

سفر آخرت

۷/ جمادی الآخر ۸۳۵ھ مطابق فروری ۱۴۳۰ء کا دن گزار کر جمعہ کی شب میں آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ جمعہ کے دن تدفین عمل میں آئی۔ آج بھی آپ کا آستانہ مرجع خلائق ہے ہزاروں حاجت منداور عقیدت کیش روزانہ حاضر ہوتے ہیں اور اس دریائے رحمت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ رب قدیر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں حضرت مخدوم ماہمی علیہ الرحمہ کے روحانی و علمی فیض سے ہم سب کو مستفیض فرمائے (آمین)

حضرت برّا

اس ضمن میں تفسیر روح البیان شریف میں ایک واقعہ یوں ملتا ہے کہ ایک بار کچھ امراء زیارت

حرمین شریفین کے لیے گیے اور امراء میں ایک خادم بھی تھا، اہل دول کبھی بصورت مزاح خادموں سے ہم کلام ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ امراء نے آپس میں طے کیا کہ جب برّا خادم آئے تو کہا جائے کہ میاں تمہارا حج مقبول ہوا کہ نہیں، دیکھو ہم لوگوں کو مقبولیت حج کا پروانہ بھی مل گیا ہے اور اسے ایک کاغذ بھی دکھایا جائے اور وہ چوں کہ پڑھا لکھا ہے نہیں کچھ بھی جان نہیں پائے گا۔ چنانچہ وہ خادم آیا تو کہا گیا کہ میاں تم نے جو عبادت وارکان حج وطواف وغیرہ کیا وہ مقبول ہوا کہ نہیں؟ خادم نے عرض کیا! حضور میں کیا جانوں کہ میرا حج مقبول ہوا کہ نہیں؟ یہ اللہ جانے، تو اس پر ان لوگوں نے کہا کہ دیکھو یہ کاغذ ہم کو بطور سند ملا ہے، یہ سن کر خادم جس کا نام برّا تھا غمگین چہرہ، نمناک آنکھیں، غمزدہ دل کے ساتھ حضور سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ مال دار لوگ ہیں، انھیں یہاں بھی مالا مال فرمایا گیا ہے اور وہاں بھی اور ہم یہاں بھی غریب۔ عرضی پیش کرنے کی حالت میں برّا پر غنودگی طاری ہوئی اور ایک کاغذ کا ٹکڑا ہاتھ میں آیا جس میں جلی حرفوں میں تحریر تھا " بَرَّ قَدْ بَرِیَ مِنَ النَّارِ " برّا خوشی سے جھومتا ہوا پروانۂ نجات لے کر اپنے دنیاوی آقا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیکھئے مجھ کو بھی سند مل گئی ہے۔ چنانچہ آخرت کی تحریر کا یہ حال ہوتا ہے اور اس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ دنیا کی تحریر میں تو الٹا سیدھا ہوتا ہے مگر آخرت کے تحریر کو آپ جس طرف سے پڑھنا چاہیں گے آپ کو سیدھا ہی دکھائی دے گا اس میں الٹا سیدھا نہیں ہوتا، یہی پہچان ہے آخرت کی تحریر کی اور یوں ہی دائیں بائیں کریں گے تب بھی سیدھا ہی آپ پائیں گے اور یہ بھی تحریر آخرت کی شناخت ہے۔ چنانچہ اہل دول یہ دیکھ کر کف افسوس ملنے لگے اور کہنے لگے کہ واقعی تو خوش قسمت ہے اور آج سے تم ہمارے آقا اور ہم تمہارے غلام ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارگاہ میں دل دیکھا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو توفیق رفیق عطا فرمائے اور اپنے حبیب کی محبت میں زندگی اور موت عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو ودعا جو

العبد الفقیر الیٰ ربہٖ القدیر

محمد نظام الدین قادری برکاتی رضوی عفی عنہٗ

حبیب العلما — حیات وخدمات

مولانا محمد طاہر القادری مصباحی ☆

خاک دان گیتی پر یوں تو ہر دور میں کچھ ایسی قد آور شخصیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، جو اپنے اخلاق وکردار اور علمی کمالات، زہد وتقوی کی بنیاد پر مقبول انام ہوتے ہیں، انھیں لوگوں میں ایک شخصیت شہزادۂ حضور خطیب البراہین حبیب العلماء حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی ہے جو اپنے اخلاق وکردار، درس وتدریس، علمی وتصنیفی، تبلیغی کارناموں کی بنیاد پر عوام وخواص کے درمیان مقبول ہیں۔

نـــــام: محمد حبیب الرحمٰن رضوی بن حضرت علامہ الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین بن نصیب اللہ مرحوم

لقب: حبیب العلماء

مولد ومسکن: غیر منقسم ضلع بستی موجودہ ضلع سنت کبیر نگر کے موضع اگیا پوسٹ چھاتا جو تپا اجیار کا ایک مسلم اکثریتی آبادی والا علاقہ ہے، آپ ماہ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء بروز دوشنبہ مبارکہ کو حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی کے گھر میں پیدا ہوئے اور انھیں کے زیر سایہ آپ کی پرورش وپرداخت ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے جب شعور کی منزل میں قدم رکھا اس وقت غالباً ۱۹۶۰ء کا زمانہ تھا جس زمانے میں شیخ طریقت حضور خطیب البراہین مدظلہ النورانی دار العلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ مدظلہ العالی آپ کو اپنے ساتھ لے گیے اور وہاں باضابطہ طور سے آپ نے پرائمری کی تعلیم کا آغاز کیا اور دارلعلوم فضل رحمانیہ میں درجۂ سوئم تک تعلیم مکمل کی، دریں اثنا دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا کے ارکان حل وعقد کے بے حد اصرار پر ۱۴/اپریل ۱۹۶۳ء کو جب والد گرامی صاحب

قبلہ امرڈوبھا تشریف لائے تو ساتھ آپ وہاں بھی حضرت کے ساتھ رہے اور پرائمری کی باقی تعلیم تنویر الاسلام امرڈوبھا میں مکمل کی، دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا میں ۱۹۶۹ء میں آپ کا داخلہ درجہ عالیہ کے ابتدائی درجۂ اعدادیہ میں کرادیا، آپ نے نہایت محنت وجفاکشی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنا شروع کردیا اور ہم سبق ساتھیوں میں اپنا ایک معیار قائم کرلیا، اساتذہ کا آپ بے حد احترام کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو اساتذہ کی خصوصی توجہ حاصل رہی اور وقت کے ماۂ ناز علما ومشائخ کے درس گاہ سے آپ اکتساب علم کرتے رہے اور ۱۹۷۲ء میں دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر آپ کو مولوی کی سند ودستار سے بھی نوازا گیا۔

اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضور خطیب البراہین مدظلہ النورانی نے ۲۷/مارچ ۱۹۷۳ء کو عالمی شہرت کا حامل ادارہ دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور جسے آج دنیا الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے جانتی ہے، آپ کا داخلہ کرادیا اور آپ شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی کی نگرانی میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے، آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ میں کل چار سال تک تعلیم حاصل کی اور درجۂ عالمیت وفضیلت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سالانہ جلسہ دستار بندی منعقدہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۷۷ء بروز سنیچر آپ کے سر پر دستار فضیلت کا تاج علمائے کرام ومشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سے رکھا گیا، آپ کے دستار بندی کا سن ان حروف سے نکالا گیا ہے۔ مطالع انوار حافظ۔

درس وتدریس کا آغاز: حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے اولاد نرینہ میں چونکہ تنہا آپ ہی تھے اور تمام بھائی الگ ہو چکے تھے، اس زمانے میں ملکی دوروں اور درس وتدریس کے لیے امرڈوبھا میں قیام کی وجہ سے حضرت کو گھر پر آنے کا کم ہی موقع ملتا تھا اور آپ کی والدہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا، اس لیے موضع اگیا کے قریب ہی جانب جنوب تقریباً ۵/کلومیٹر کی دوری پر واقع ضلع بستی کے سب سے قدیم ادارہ دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ میں درس وتدریس کی خدمت انجام

دینے لگے تا کہ ادارے کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریوں کو بھی بحسن وخوبی نبھا سکیں، الحمد للہ آپ نے ادارے اور گھر کی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا اور آج بھی نبھا رہے ہیں، آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت کو دیکھ کر دارالعلوم اہل سنت تدریس الاسلام کے اراکین نے دومرتبہ ادارے کا کارگزار صدر مدرس (کارواہک پرنسپل) بنایا اور مستقل ہونے کے لیے دباؤ بھی ڈالا مگر گھریلو ذمہ داریوں اور والد بزرگوار کی ہمرکابی کی بناپر آپ نے ادارے کی صدارت سے معذرت کرلی، آج بھی نائب صدرالمدرسین کے عہدے پر فائض ہوکر ادارے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں کی تعداد میں ہے، جو ملک وبیرون ملک میں جاکر دین متین کی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصنیفات : لکھنے پڑھنے کا مزاج تو ابتداء ہی سے والد گرامی سے وراثت میں ملا ہے، جس کا ثبوت مختلف موضوعات پر آپ کی بکھری ہوئی وہ تحریریں ہیں جو ابھی تک کاپیوں کے سینوں میں محفوظ ہیں، لیکن گھریلو اور ادارے کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ رات میں والد گرامی قبلہ کو پروگرام میں لے جانا، پھر امرڈوبھا چھوڑ کر لہرولی آنا پھر بسڈیلہ جانا، بھاگم بھاگ کا ایسا ماحول رہا کہ کوئی تصنیف آپ کی عمل میں نہ آسکی تھی۔

ادھر جب ۲۰۰۹ء سے حضرت کے ساتھ جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی میں رہنے لگے تو موقع ہاتھ لگا اس عدیمی الفرصتی کے باوجود بھی آپ نے صرف دوہی سال کے اندر نصف درجن کتابیں تصنیف کرڈالیں، جس میں تین کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور باقی کچھ کتابوں کی کتابت ہوچکی ہے، انشاء اللہ العزیز وہ کتابیں بھی بہت منظر عام پر آنے والی ہیں، جو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔(۱) فاتح امرڈوبھا: (۲) اوصاف المحبین (۳) تذکرۂ خلیل وذبیح (۴) شرح توضیح تلویح (۵) پیغام بیداری (۶) سلسلۃ الصالحین (۷) قبر نبی سے نورانی ہاتھ کا ظہور اور باقی مختلف موضوعات پر مسلسل کام چل رہا ہے جو کتابیں انشاء اللہ بہت جلد منظر عام پر آنے والی ہیں۔

بیعت : آپ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء کو تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر ان کی غلامی میں داخل ہوئے۔

اجازت وخلافت : ۱۹۹۰ء میں پروردگار عالم نے آپ کو دو عظیم چیزیں عطا فرمائیں، ایک تو آپ کو حج بیت اللہ کے شرف سے مشرف کیا، دوسرے اسی سفر میں جس میں آپ کی دادی اور والد گرامی خطیب البراہین صاحب قبلہ بھی ساتھ تھے، اسی سفر میں روضۂ رسول پر ریاض الجنۃ میں گنبد خضریٰ کے سائے تلے دوشنبہ کی صبح ۱۷ ذی القعدہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۱ جون ۱۹۹۰ء کو شیخ طریقت حضور خطیب البراہین صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے آپ کو اجازت وخلافت عطا کیا اور دعائیں بھی دیں اجازت وخلافت ملنے کے بعد دس سالوں تک آپ نے کسی کو داخل سلسلہ نہ کیا بلکہ اگر کسی نے عرض بھی کیا تو آپ نے فرمایا والد بزرگوار سے بیعت ہوجایئے مگر ۲۰۰۸ء میں جب حضرت پر ضعف غالب آنے لگا تو لوگوں کے بے حد اصرار پر آپ نے صوبہ مہاراشٹر کے صنعتی شہر بھیونڈی سے اس کا آغاز کیا اور ۴/اکتوبر ۲۰۰۸ء سے آپ نے مرید کرنا شروع کردیا، اب تک ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے دست حق پرست پر سلسلۂ نظامیہ میں داخل ہوچکے ہیں۔

خطابت : آپ نے اپنی علمی لیاقت وصلاحیت کا لوہا میدان تدریس کو جیت کر منوایا تو دوسری جانب میدان خطابت میں اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چل کر قوم کو مذہب اسلام کا پیغام دیتے ہیں آپ کی تقریر قرآن واحادیث کی حوالوں اور برمحل اشعار سے لبریز ہوا کرتی ہے، آپ جس موضوع کو اپنے لیے عنوان سخن بناتے ہیں اس پر دلائل وبراہین کا انبار لگادیتے ہیں جس مسئلے پر گفتگو کرتے ہیں اس کا پتہ قرآن واحادیث کے حوالے سے بتادیتے ہیں گویا میدان خطابت میں بھی آپ حضور خطیب البراہین کے سچے وارث ہیں۔ پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ شہزادہ پیر طریقت کو حاسدوں کے نظر بد سے بچائے اور حضور خطیب البراہین کا سچا وارث وامین بنائے اور ان کے فیضان کو عام سے عام تر فرمائے۔ آمین

☆ ایڈیٹر ضیائے حبیب میگزین، دارالقلم نظامی مارکیٹ لہرولی ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

تعارف آل انڈیا بزم نظامی

رمضان المبارک ۲۰۰۹ء کے پُر بہار موقع پر شہزادۂ خطیب البراہین پیر طریقت حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ نے حضور خطیب البراہین حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں ملک کے مختلف شہروں کا دورہ کیا اور اصلاح معاشرہ، تزکیہ نفس، اصلاح فکر واعتقاد نیز امتیاز حق وباطل کے لیے ایک ملک گیر تحریک آل انڈیا بزم نظامی قائم فرمایا۔ جس کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسلک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تبلیغ کرنا، نیز بد مذہبوں اور گمراہوں سے مسلمانوں کو بچانا۔

(۲) مسلم معاشرہ کو ایمانی، دینی، اخلاقی، سماجی اور انسانی قدروں سے آراستہ کرنے کے لیے اصلاح معاشرہ کی مہم چلانا خاص طور پر پست حال دیہی وشہری مسلم آبادیوں میں اس کے لیے تربیتی کیمپ لگانا اور کانفرنس منعقد کرنا۔

(۳) غریب مسلم طلباء وطالبات کے لیے وظائف کا انتظام کرنا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ان کی اعانت اور رہنمائی کرنا۔

(۴) بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کو مالی امداد دینا، بیواؤں کے زیر تعلیم بچوں اور بچیوں کے لیے تعلیمی وظائف اسکیم چلانا، قدرتی آفت اور حادثات سے متاثرین کو وقتی امداد فراہم کرنا، جسمانی طور پر معذور انسانوں اور جان لیوا بیماریوں میں مبتلا غریب مریضوں کو طبی امداد دینا۔

(۵) ملت کے افراد میں اجتماعیت، اتحاد اور حوصلہ وخود اعتمادی پیدا کرنا، مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی اور فلاح وبہبود کے لیے منصوبے اور عملی خاکہ تیار کرنا اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی سعی کرنا۔

(۶) دانشوروں، نوجوانوں اور متمول لوگوں کو ملک بھر میں رضا کار بنا کر مذہب ومشرب کی

تبلیغ واشاعت کے ساتھ بیوہ، یتیم، لاوارث غریب اور دیگر مستحقین کی اعانت کے لیے فنڈ قائم کرنا اور ہر ممکن ذرائع واثر ورسوخ کا استعمال کرنا۔

(۷) خطیب البراہین شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی صوفی محمد نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی یادگار باقی رکھنے کے لیے ایسے اداروں کا قیام جس میں مسلم طلبہ وطالبات کے لیے اسلامی علوم وفنون اور پیشہ وارانہ دیگر جائز تعلیم وتربیت کا معقول انتظام کرنا اور معیاری لائبریری محدث بستوی ریسرچ سینٹر کا اہتمام جس میں ملک وملت اور سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی ضروریات کے مطابق تصنیف وتالیف اور نشر واشاعت کے ضروری اشیاء ووسائل کا انتظام کرنا۔

(۸) ملک وبیرون ملک میں پھیلے ہوئے سلسلۂ نظامیہ کے افراد کے درمیان باہمی خیر سگالی اور برادرانہ تعلقات کو مستحکم کرنا اور ان میں باہمی اعتماد اور یکجہتی کو فروغ دینا۔

خط وکتابت کا پتہ

آل انڈیا بزم نظامی رجسٹرڈ

مقام اگیا، پوسٹ چھاتا، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) پن کوڈ: 272125

موبائل نمبر: 09415672306

چیک یا ڈرافٹ بنام

ALL INDIA BAZME NIZAMI
A/C. NO. S.B.I. 31182648690
BANK CODE NO. 09303
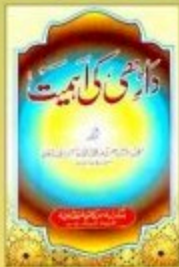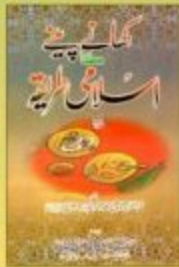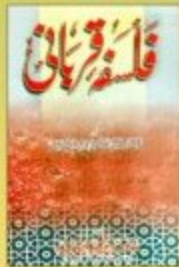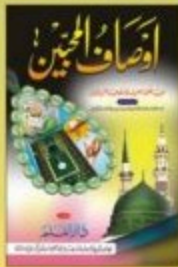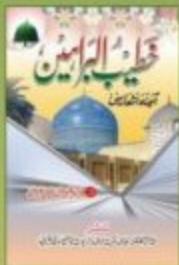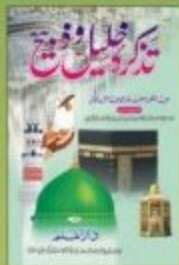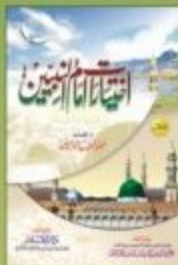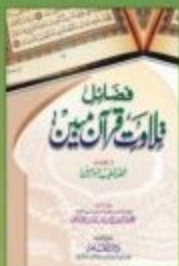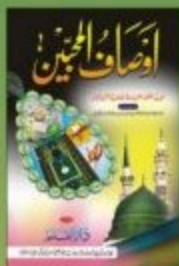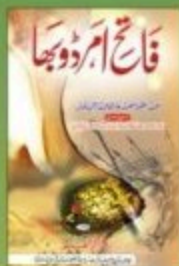
DARUL QALAM

Nizami Market, Lohrauli Bazar,
Post Hatwa, Distt. S.K.Nagar-272125 (U.P.)
Mobile No.:09450570152,9415672306

Rs.00/-